صدرِ پاکستان
جنرل محمّد ضیاء الحق

تقاریر

چھٹا حصّہ

یکم جنوری - ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء

صدرِ پاکستان

جنرل محمد ضیاء الحق

تقاریر

چھٹا حصہ

یکم جنوری - ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء

فہرست

پیش لفظ

صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی تقاریر اور خطابات پر مشتمل چھٹا مجموعہ پیش خدمت ہے۔ اس مجموعے میں صدر پاکستان کی وہ تقاریر شامل ہیں جو انہوں نے یکم جنوری سے ۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء کی سہ ماہی میں مختلف تقاریب میں کیں۔

یہ سہ ماہی اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ ۱۰ فروری کو عید میلاد النبیؐ کی مبارک تقریب پر صدر پاکستان نے حدود قوانین اور نظامِ زکوٰۃ و عشر کے نفاذ کے لئے آرڈر جاری کیا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل کی سمت یہ اوّلین قدم تھا۔ ان تین مہینوں میں مختلف تقریبات میں خطاب کرنے کے علاوہ صدرِ پاکستان نے تین پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا جن میں انہوں نے پاکستان میں اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کے خدوخال واضح کئے اور اسلامی جمہوریت کے بارے میں اپنے تصوّرات کی وضاحت کی۔ ان تقریبوں اور پریس کانفرنسوں سے اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت کے بارے میں اس نقشے کے خطوط واضح ہوتے نظر آتے ہیں جو صدرِ پاکستان کے ذہن میں ابھر رہا

تھا اور جو بعد میں عملی تفصیلات اور جزئیاتی رنگ آمیزی کے ساتھ نمایاں ہوا۔

اس مجموعے میں شامل تقریروں کے موضوعات کے تنوّع سے صدر پاکستان کی گوناں گوں مصروفیات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ہر موضوع کے ذکر میں اس شعبے میں اسلامی احکامات کی پیروی پر خاص زور دیا گیا ہے۔

ہر تقریر کے آغاز میں تقریب کا مختصر تعارف درج ہے اور کتاب کے آخر میں موضوعاتی انڈیکس شامل کیا گیا ہے تاکہ مخصوص موضوعات کی تلاش میں آسانی ہو۔

(ادارہ)

آرمی میڈیکل کالج راولپنڈی کے طلباء سے خطاب

۲ر جنوری ۱۹۷۹ء

صدر پاکستان نے آرمی میڈیکل کالج، راولپنڈی کی گورننگ باڈی کے اجلاس کی صدارت کی جس میں کالج کے تعلیمی و تدریسی نظام میں اہم تبدیلیوں کا فیصلہ کیا گیا۔ گورننگ باڈی کے اجلاس کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے کالج کے طلباء اور طالبات سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ کالج میں سپلیمنٹری امتحان دینے کی سہولت مہیا کی جا رہی ہے اور دو ہفتہ واری چھٹیوں کا نظام رائج کیا جا رہا ہے۔ صدر پاکستان نے طلباء پر واضح کیا کہ ان سہولتوں کا مقصد آرام طلبی نہیں بلکہ شدید تر محنت ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے طلباء کو تلقین کی کہ وہ محنت سے خود کو قوم کی خدمت کے لئے تیار کریں اور "سیاستِ طلباء" سے دور رہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے اساتذہ کی عزّت و توقیر اور چھوٹے اسٹاف سے محبت و شفقت طلباء کے بلند کردار کے مظہر ہیں۔

تقریب میں قائد اعظم یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب احمد محی الدین اور میڈیکل کالج کے پرنسپل، لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) محمد ایوب خان نے شرکت کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

جنرل ایوب صاحب،

اور

آرمی میڈیکل کالج کے طلباء اور طالبات!

السلام علیکم۔ آج آپ کے کالج کی گورننگ باڈی کی دوسری میٹنگ ہوئی جس کی صدارت میں نے کی۔ اس میٹنگ میں چند ایک اہم فیصلے ہوئے جن کے متعلق آپ کے پرنسپل صاحب اور میں آپ کو تفصیل سے بتائیں گے، لیکن جو دو چار چیزیں آپ کے مقصد کی ہیں، وہ میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو کچھ اور چھٹیاں دی جائیں۔ اس فیصلے کے مطابق آپ کو ہر ہفتے ایک دن مزید چھٹی دی جائے گی۔ اسی طرح آپ دونوں عیدین کے موقع پر بھی دس دس دن کی چھٹیاں گزار سکیں گے۔ اس کے علاوہ اب آپ کو ہر ہفتے پانچ دن کام کرنا پڑے گا اور دو دن چھٹی ہو گی۔ اس فیصلے پر آپ لوگ نہایت خوشی کا اظہار

کر رہے ہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابھی فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کا کافی کورس باقی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ کو ان پانچ دنوں میں چھ دن کے برابر کام کرنا پڑے گا۔

ہم نے دوسرا فیصلہ یہ کیا ہے کہ آپ کے جیب خرچ (POCKET MONEY) میں کچھ اضافہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں فی الحال آپ کو روزانہ نو روپے ملتے ہیں، لیکن ہمارے مالی مشیر اس میں مزید اضافے کا جائزہ لیں گے۔ اس کے علاوہ جو لڑکے یا لڑکیاں ایک دفعہ امتحان میں فیل ہو جائیں تو ان کو ایک سپلیمنٹری امتحان کا موقع دیا جائے گا۔ امید ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پاس ہو جائیں گے، لیکن آپ کو محنت کرنی چاہیئے تاکہ مسلسل فیل ہونے کی نوبت نہ آئے۔ اس وقت آپ کو جیب خرچ ملتا ہے اور آپ کو کھانا پینا اور روٹی کپڑا بھی مفت فراہم کیا جاتا ہے۔ ان سب سہولتوں کی فراہمی کے باوجود ہم آپ سے تھوڑا سا کام کرواتے ہیں جو کہ آپ ہی کے فائدے کے لئے ہے۔ اس کے بعد جب آپ ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر بن جائیں گے تو آپ سات سال تک لازمی طور پر اپنی قوم کی خدمت کریں گے۔ حکومت کی طرف سے جب آپ کو اتنی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں تو توقع کی جاتی ہے کہ آپ محنت سے کام کریں گے اس کالج کے کسی لڑکے یا لڑکی کو فیل نہیں ہونا چاہیئے۔

ہم نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ یہ لازمی نہیں کہ آپ ہفتے میں پانچ دن وردی پہن کر آئیں۔ اس میں آپ کو یہ سہولت ہوگی کہ آپ ہفتے میں ایک آدھ دن سول کپڑوں میں بھی کالج آسکیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ابھی سے فوجی زندگی سے زیادہ متاثر نہ ہوں کیونکہ اس کے بعد بھی آپ کو طویل عرصے تک فوج میں خدمت کرنی ہے۔

میں نے ابھی تک آپ کے پرنسپل صاحب کو نہیں بتایا کہ میں انہیں آپ کے لئے پچاس ہزار روپے دوں گا تاکہ وہ اسے آپ، کھیلوں کے سامان اور دوسری سہولتیں فراہم کرنے پر خرچ کر سکیں۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے لئے نیا ہاسٹل بن رہا ہے۔ اس میں نیا میس بھی بنے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو طعام اور قیام کے سلسلے میں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اس میٹنگ میں آپ کے پروفیسر صاحبان کو بھی کچھ سہولتیں دینے پر غور کیا گیا۔ آپ کے دلوں میں بھی استاد کی اتنی ہی عزت ہونی چاہیئے جتنی کہ ہمارے زمانے کے طالب علموں کے دلوں میں ہوتی تھی۔ اگر آپ استاد کی عزت کریں گے اور آپس میں محبت اور اتفاق سے رہیں گے تو زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب و کامران ہوں گے۔ آج کل طلباء میں ایک اور وبا آئی ہے جسے "طلباء سیاست" (STUDENTS' POLITICS) کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اس سیاست سے دور رہیں گے تو مجھے امید ہے کہ آپ نہ صرف ایک اچھے طالب علم ثابت ہوں گے بلکہ پاکستان کے ایک اچھے شہری اور ایک اچھے ڈاکٹر بھی بن سکیں گے۔

آپ کے کالج میں درجہ چہارم کے ملازمین بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں مالی، لیبارٹری اسسٹنٹس اور چوکیدار سب شامل ہیں۔ اس طبقے کی خاص نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آئیں گے۔ آپ کے کالج کے معیار کو دیکھ کر مجھے جو خوشی حاصل ہوئی ہے میں اس میں درجہ چہارم کے ان ملازمین کو بھی شریک کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کو کچھ نقد انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے آپ کو بھی بہت کچھ دیا ہے۔ اس لئے ان کو بھی ان کے حصے کے مطابق کچھ انعام ملنا چاہیئے۔ میں ان کے لئے یہ انعامات پرنسپل صاحب کو بھجواؤں گا تاکہ وہ بعد میں ان ملازمین کو یہ انعامات میری طرف سے دیں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

پاکستان زندہ باد

کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز کی تقسیم اسناد کی تقریب سے خطاب

۴ جنوری ۱۹۷۹ء

کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز نے طب کے شعبے کو ترقی دینے اور اس سے گہری دلچسپی رکھنے کی بنا پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کو اعزازی فیلوشپ عطا کی۔ کالج کی تقسیم اسناد کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان نے کالج کی مشکلات دور کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے مالی امداد کا وعدہ کیا اور ڈاکٹر حضرات کو تلقین کی کہ پیشہ وارانہ مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں انسانی ہمدردی اور خدمت کے جذبے سے کام کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ مشینوں، عمارتوں اور شاہراہوں کے مسائل التوا میں ڈالے جا سکتے ہیں، لیکن مریضوں کے مسائل فوری حل چاہتے ہیں، انہیں مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○

جنرل برکی صاحب اور ان کے رفقائے کار،
ڈاکٹر صاحبان
اور خواتین و حضرات !

السلام علیکم ۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے کالج کی اعزازی فیلو شپ عطا کی۔ یہ میرے لئے بہت بڑے فخر کی بات ہے۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس کا میں اپنے آپ کو مستحق نہیں سمجھتا کیونکہ اس ملک میں جنرل برکی، پروفیسر صدیقی اور ان جیسے بہت سے لوگ موجود ہیں جنہوں نے بہتر طور پر کام کیا ہے اور اس شعبے میں قابلِ ستائش خدمات انجام دی ہیں اور وہ بجا طور پر عزت افزائی کے مستحق ہیں۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آبادی کے ایک بہت بڑے حصے کو طبی سہولتیں فراہم ہونی چاہئیں اور یہ میری حکومت کا ایک اہم ہدف ہے۔ حکومت کا خیال ہے کہ یہ ہدف صرف اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ ہسپتالوں اور طبی اداروں

کی تعداد بڑھائی جائے، انہیں مستعدی سے چلایا جائے اور ان اداروں سے متعلقہ لوگ اپنے پیشے کے ساتھ وفادار ہوں۔ یہ بات میرے ذہن میں اس لئے آئی کیونکہ میں نے ایسے ادارے قائم کرنے میں ذاتی طور پر دلچسپی لی ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنے بڑے اعزاز کا اہل نہیں۔

میں جنرل برکی کو اس کالج کے قائم کرنے اور اس کو موجودہ معیار پر لانے کے لئے مبارک باد دیتا ہوں اور خدا سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں اپنے کرم سے ہمت وطاقت عطا کرے تاکہ کالج اور ملک ان کی خدمات سے مستفید ہوتے رہیں۔

میں نے جنرل برکی کی استقبالیہ تقریر توجہ سے سنی اور اس کالج کی مالی مشکلات کا ذکر سن کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے اس کے کام کی وسعت، فرائض اور کامیابیوں کی کہانی سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ یہ ادارہ بلاشبہ ایک بہت کارآمد کام کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے ڈاکٹروں، سرجنز اور فزیشنز کو پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے لئے بیرون ملک جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ مختصر عرصہ میں حاصل کی گئی کالج کی ترقی اور اعلیٰ معیار پر ایک نظر ڈالیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے ممالک جلد ہی اپنے ڈاکٹروں اور سرجنوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے اس کالج میں بھیجنا شروع کر دیں گے اور یہ یقیناً ہمارے ملک کے لئے ایک بڑے فخر کی بات ہو گی۔

خواتین وحضرات! یہ کالج مختلف مخصوص شعبوں میں بہت سے کورسز کا اہتمام کرتا ہے اور ابھی تک تقریباً چھ سو ماہرین نے رکنیت اور فیلوشپ حاصل کی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ پریکٹیشنر کی حیثیت سے وہ جہاں کہیں بھی ہیں کامیاب ہوں گے۔ میں جو بات خاص طور پر جاننے کا خواہشمند ہوں وہ یہ ہے کہ آیا ماہرین میڈیسن کے ایک طالب علم کو ایک عمدہ انسان بھی بناتے ہیں، بیماریوں کے بارے میں یہ تو

پڑھایا جاتا ہے کہ انہیں شفا کے لئے کسی خاص دوا یا مخصوص مشین یا طریقۂ علاج کی ضرورت ہے لیکن یہ بتایا جاتا ہے کہ نہیں کہ ان سے ڈاکٹر کو نرمی اور شفقت سے پیش آنا چاہیئے اور یہ کہ ڈاکٹر کا مطمح نظر صرف پیسے کمانا ہی نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کی خدمت کرنا ہوتا ہے! کیا انہیں یہ تعلیم بھی دی جاتی ہے کہ اس کالج سے حصول تعلیم کے بعد وہ اپنے دوسرے ساتھی انسانوں کو فراموش نہ کردیں۔

میں نے جو کچھ کہا ہے وہ شاید ایک کڑوی گولی نگلنے کے مترادف ہے۔ میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر یا سرجن اپنے خاندانی ماحول اور پرورش کی وجہ سے خوف خدا رکھتا ہو، تو وہ مالی فوائد سے بالاتر رہ کر خدمت کرتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں یہ کہتے سُنا گیا ہے کہ خدمت کے لئے کیا صرف وہی رہ گئے ہیں۔ میں ان سے ایک سوال پوچھتا ہوں اگر پیسہ کمانا ہی معیار ہے تو پھر وہ طب کے پیشے کا مقدس نام کیوں بدنام کرتے ہیں۔ انہیں ایسے پیشوں میں جانا چاہیئے جو زیادہ نفع بخش ہیں اور وہ میڈیکل کی ڈگری اور فیلوشپ کے بغیر زیادہ پیسہ کما سکتے ہیں۔ میں ان پیشوں کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ آپ ان پیشوں کے بارے میں خوب جانتے ہیں۔ جس بات پر میں زور دینا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ افواج پاکستان کے علاوہ لاتعداد ایسے پیشے ہیں تعلیم، میڈیسن، حکمت اور طب جن میں خدمت کا جذبہ پیسے کمانے کی خواہش پر حاوی ہوتا ہے۔ مالی فوائد کو خدمت پر ترجیح دینا اس پیشے کی توہین ہے۔

دوسرا نکتہ جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ایک ڈاکٹر اور سرجن کا اچھا رویہ ہے۔ ہمارے ملک میں آدھے سے زیادہ مریض ڈاکٹر کے ہمدردانہ رویّہ کی وجہ سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ مریضوں کا علاج اگر ہمدردی سے کیا جائے تو وہ زیادہ معاوضہ بھی بخوشی دے دیں گے۔ میں اس بات پر اس لئے زور دے رہا ہوں کہ دوسرے

لوگ عمارات، شاہراہوں اور مصنوعات یا ان سے متعلق فائلوں سے واسطہ رکھتے ہیں لیکن آپ کو انسانوں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے آپ انسانوں کو چھ دنوں یا اس سے بھی زائد عرصے کے لئے التواء میں نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی آپ انہیں زرعی یا صنعتی پیداوار کی طرح گودام یا سردخانے میں رکھ سکتے ہیں۔ آپ کا واسطہ انسانوں سے ہے جو گوشت پوست اور خون سے بنے ہوتے ہیں اور نازک احساسات رکھتے ہیں۔ میں صرف ان کو کامیاب ڈاکٹر سمجھتا ہوں جو اپنے پیشے میں ماہر ہوتے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کریں۔

تیسری اہم بات جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اس پیشے کو عملی سیاست، ذہنی اور ملکی سیاست سے دور رکھیئے۔ کوئی بھی ڈاکٹر اور سرجن جو سیاست میں ملوث ہوتا ہے، یقینی طور پر اپنے پیشے کو غیر پیشہ ورانہ سرگرمیوں پر قربان کرتا ہے اور میرے خیال میں یہ ملک کے ساتھ ناانصافی ہو گی کہ میڈیسن اور سرجری میں اعلیٰ تعلیم تو ریاست کے خرچ پر حاصل کی جائے اور مہارت کو ملک کی فلاح و بہبود کی بجائے منفی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ میں پیشہ ورانہ انجمنیں بنانے کا مخالف نہیں ہوں حقیقت میں ڈاکٹروں کو میں نے پہلے بھی یہ مشورہ دیا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ وہ ملکی سطح پر اپنا ایک پلیٹ فارم بنائیں لیکن کوئی بھی ایسا پلیٹ فارم چاہے یہ فزیشن اور سرجن کا کالج ہو یا پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن۔ یہ سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹروں اور سرجنوں کو چاہیئے کہ وہ خود کو اپنے پیشے کے لئے وقف کر دیں یہ قوم کی ضرورت بھی ہے اور ان کے پیشے کے وقار کا تقاضا بھی۔ مجھے یقین ہے آپ نے جو تربیت اس کالج میں حاصل کی ہے اس کے ساتھ ساتھ میری اس نصیحت کو بھی قبول کریں گے۔ اور مجھے امیدِ کامل ہے کہ جب آپ عملی زندگی میں داخل ہو کر اپنی

پیشہ ورانہ مہارت کا استعمال کریں گے تو آپ اپنے پیشے کے اخلاقی پہلوؤں کو پیش نظر رکھیں گے۔

اس نصیحت کے ساتھ ساتھ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میڈیکل کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنا چاہتا ہوں جو حالیہ طبی کانفرنس کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ مجھے یہ باور کرایا گیا ہے کہ اس کانفرنس کے انعقاد اور سرکاری سرپرستی سے کچھ ڈاکٹروں نے یہ اخذ کیا ہے کہ حکومت ان کے مخالفین کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ یہ تاثر بالکل غلط ہے۔ کوئی بھی کسی کا مخالف نہیں ہے۔ حکومت کے سامنے صورتِ حال بڑی واضح ہے۔ ہمارے ڈاکٹر، سرجن، حکماء اور طبیب اپنا اپنا طریقہ علاج رکھتے ہیں اور ہر طریقہ علاج کے کچھ اچھے پہلو ہیں جنہیں لوگوں کا اعتماد حاصل ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب سائنٹیفک طریقہ علاج سے لوگوں کی خدمت کریں تاکہ پاکستان کے ساڑھے سات کروڑ عوام زیادہ سے زیادہ طبی سہولتیں حاصل کر سکیں۔ آج کل کی دنیا میں ڈاکٹر اور حکیم اکیلے قوم کی طبی ضرورتوں کو اس وقت تک پورا نہیں کر سکتے جب تک وہ اپنے وسائل کو مجتمع کر کے ایک ساتھ سخت محنت سے کام نہ کریں۔ طبی مسائل گوناگوں ہیں اور ہمارے وسائل اتنے کم ہیں کہ ان سے اجتماعی طور پر استفادہ کئے بغیر قومی ضروریات کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آپ کو حکیموں اور اطباء سے پریشان ہوئے بغیر اپنے شعبے میں وفاداری کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے۔ آپ سے کوئی بھی آپ کا حق نہیں چھین سکتا۔

استقبالیہ تقریر میں دو نکات اٹھائے گئے ہیں جن کا حوالہ دینا میرا اخلاقی فرض ہے۔ پہلے کا تعلق ادارے کی مالی ضروریات سے ہے۔ میں اس بے لوث جذبے سے بہت متاثر ہوا ہوں جس کے تحت کالج کام کر رہا ہے۔ جہاں تک مالی مشکلات کا

تعلق ہے میں اس بات کا اظہار کرنا چاہوں گا کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ تعلیمی اداروں کو مالی پریشانیوں سے آزاد رکھا جائے۔ خاص طور پر جو ادارے اپنی مدد آپ کا اصول اپناتے ہوئے ہیں ان کو مالی پریشانیوں سے دور رکھنا میرا اخلاقی فرض ہے۔ جنرل برکی نے اپنی استقبالیہ تقریر میں کالج کی حدود کو بڑھانے اور لیبارٹری کے قیام، ہوسٹل کی ضرورت اور لائبریری کے لئے کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ میرے خیال میں ان ضروریات کے حصول میں زیادہ دیر نہیں لگنی چاہیئے اور میں انہیں زیادہ دیر التواء میں نہیں رہنے دوں گا۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان ان منصوبوں کو مستقبل قریب میں پورا کرنے کی اور ان کے اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری لے گی۔

تمام نصیحتیں جو میں نے کی ہیں اور آپ نے جو یہ اعزاز بخشا ہے قبول کرنے کے بعد میں اس موقع کے تقدس کو چند لاکھ روپے پیش کر کے داغدار نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک لائبریری کا تعلق ہے، اس کی موجودہ گرانٹ ایک لاکھ روپے سے بڑھا کر انشاءاللہ پانچ لاکھ روپے کر دی جائے گی۔ آپ کو اپنے کالج کے دوسرے مسائل کے بارے میں بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ حکومت تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کرے گی۔

ایک دوسرا نکتہ جنرل برکی نے اٹھایا ہے کہ پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا ڈپلومہ یونیورسٹیوں کی بجائے کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز سے دیا جائے۔ بظاہر یہ تجویز معقول ہے، لیکن جب تک اس کا تمام پہلوؤں سے جائزہ نہیں لیا جاتا آپ یہ امید نہ رکھیں کہ میں ابھی کوئی فیصلہ دے دوں۔ میں مرکزی وزارت صحت سے کہوں گا کہ وہ اس تجویز کا جائزہ لے اور مجھے سفارشات پیش کرے۔ انشاءاللہ یہ تجویز کسی مشکل کے بغیر منظور ہو جائے گی اور اس کا اعلان کر دیا جائے گا۔

آخر میں اس کالج کے نئے گریجوئیٹس کو میں مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ادارے سے جو بھی قابلیت حاصل کی ہے وہ اپنے ملک کے رہنے والے لوگوں کی خدمت کرنے میں صرف کریں۔ میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ یہ کالج مستقبل میں اچھے ماہرین اور بہتر انسان پیدا کرنے میں کامیاب ہو۔

میں ایک دفعہ پھر جنرل برکی اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ میں اپنے خیالات آپ تک پہنچاؤں۔ شکریہ۔

پاکستان زندہ باد

چین کے نائب وزیر اعظم کے اعزاز میں دی گئی ضیافت کے موقع پر خطاب

۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء

چین کے نائب وزیر اعظم لی شین نین اور مادام لین کے دورۂ پاکستان کے موقع پر دی گئی ضیافت میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے پائیدار اور لازوال پاک چین دوستی کا ذکر کیا اور پاکستان کی امداد کے لئے چین کے عوام اور رہنماؤں کا شکریہ ادا کیا۔ صدر پاکستان نے کہا کہ کسی ترقی پذیر ملک کا کسی دوسرے ملک کو مدد دینا قربانی اور دوستی کی اعلیٰ مثال ہے۔

صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں اپنے قریبی ہمسایہ ممالک سے تعلقات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا اور پاکستان کے دوستانہ اقدامات کا ذکر کیا۔ اپنے ہمسایوں سے تعلقات کے علاوہ جنرل محمد ضیاء الحق نے بین الاقوامی مسائل خصوصاً مشرق وسطیٰ، جنوبی افریقہ اور کمپوچیا میں جارحیت کا جائزہ بھی پیش کیا اور اعلان کیا کہ ان معاملات میں پاکستان کی ہمدردیاں فلسطینی اور عرب عوام، نسل پرستی کے شکار افریقی عوام اور کمپوچیا کے عوام کے ساتھ ہیں۔

چین کے وزیر اعظم نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ پاکستان کی اپنی آزادی اور خود مختاری برقرار رکھنے اور بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرنے کی تمام جائز کوششوں میں چینی عوام اور حکومت ہمیشہ کی طرح بھرپور مدد کرے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔

عالی مرتبت نائب وزیر اعظم، لی شین نین،
ان کی اہلیہ محترمہ مادام لین چاؤ مے ،
ان کے وفد کے دیگر ارکان ،
مہمانان گرامی ،
اور خواتین و حضرات !

السلام علیکم ۔ ہمارے لئے یہ بڑے فخر اور خوشی کی بات ہے کہ ہمارے عظیم دوست اور عوامی جمہوریہ چین کے نائب وزیر اعظم ، اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے رفقائے کار سمیت یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں پاکستانی عوام ، پاکستانی حکومت اور اپنی جانب سے ان سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

مہمان گرامی ! آپ اپنی پاکستان دوستی کے لئے مشہور ہیں۔ ماضی اور حال میں جتنے بھی پاکستانی رہنما آپ سے ملے ہیں انہوں نے آپ کی پاکستان دوستی کی تعریف کی

ہے اور مجھے آج آپ کی ملاقات کا جو شرف حاصل ہوا ہے اس میں بھی میں نے آپ کو محبت اور دوستی کے جذبات سے سرشار پایا ہے۔ یہ دوستی درحقیقت ان جذبات کا مظہر ہے جو عوامی جمہوریہ چین اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عوام کے درمیان پائی جاتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے دورے سے یہ دوستی اور محبت مزید مستحکم ہو جائے گی۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ اپنے دورے کے اختصار کی وجہ سے ہمارے ملک کا تفصیلی دورہ نہیں کر سکے اور اس طرح پاکستانی عوام کے جذبۂ محبت کی جھلکیاں پورے طور پر نہ دیکھ سکے۔ کل صبح آپ وطن واپس روانہ ہو رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی اہلیہ محترمہ سمیت ایک بار پھر پاکستان تشریف لائیں اور ہمارے ساتھ زیادہ وقت گزاریں تاکہ ہم آپ کو اپنے صنعتی اور زرعی مراکز دکھائیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دلی جذبات کا بھرپور اظہار کر سکیں۔

جناب نائب وزیر اعظم! آپ کے موجودہ دورے میں آپ سے رسمی اور غیر رسمی سطح پر جو مذاکرات ہوئے ہیں۔ میں ان سے بہت مطمئن ہوں۔ ان مذاکرات میں نہ صرف ہماری روایتی دوستی کا پرخلوص ماحول موجود رہا بلکہ ان کے ذریعے دو دوستوں کو قریب تر لانے میں بھی بہت مدد ملی ہے۔ درحقیقت ہمارے دونوں ملکوں کی دوستی اتنی دیرینہ اور آزمودہ ہے کہ اب کوئی طاقت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ دوستی انشاءاللہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اور زیادہ توانا اور مضبوط ہوتی جائے گی۔ اس توانائی کا ایک مظہر وہ پر شکوہ اور قابلِ فخر سڑک ہے جو شاہراہ قراقرم کے نام سے حال ہی میں تعمیر کی گئی ہے۔ جو انجنیئر اور کارکن ان سنگلاخ اور فلک بوس پہاڑوں کو کاٹ کر دونوں ملکوں کو آپس میں ملا سکتے ہیں وہ کبھی بھی کسی تفریق ڈالنے والی طاقت کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

مہمان گرامی ! دونوں ملکوں کے درمیان بڑھتا ہوا تعاون ہماری صنعتی اور معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے جس کے لئے ہم چینی عوام اور چینی لیڈروں کے شکر گذار ہیں۔ ہمارا جذبۂ تشکر اس خیال سے اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ چین خود بھی ایک ترقی پذیر ملک ہے اور جو وسائل وہ اپنے دوستوں کے سپرد کرتا ہے اسے خود ان کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن حقیقی دوستی وہی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کے باوجود کسی دوست کی ضرورت کو پورا کرے ورنہ اپنی ضرورت سے فالتو چیز کسی کے حوالے کر دینا کوئی غیر معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ جب ہماری دوستی اور خیر سگالی کے جذبات اپنے اہل وطن تک لے جائیں تو ہمارے تشکر کے جذبات بھی ان تک پہنچائیں۔

محترم نائب وزیر اعظم ! آج دنیا ایک انقلابی دور سے گذر رہی ہے۔ دنیا بھر کے عوام اپنی آزادی اور حقوق کے لئے جاگ اٹھے ہیں۔ نوآبادیاتی نظام آہستہ آہستہ مسمار ہو رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب دنیا بھر کے عوام ہر قسم کے استحصال کی بیڑیاں توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایشیا دنیا کا سب سے بڑا براعظم ہی نہیں سب سے پرانی تہذیبوں کا گہوارہ بھی ہے۔ یہاں بسنے والے ممالک پہلے آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور اب اپنی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ پاکستان بھی نوآبادیاتی نظام کے نشانات مٹا کر ایک ایسا نظام رائج کرنے کے لئے کوشاں ہے جس کے روحانی، معاشی اور معاشرتی تقاضے ہمارے دین کے عین مطابق ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ رب العزت ہمیں اس جہاد میں ضرور کامیابی عطا کریں گے اور اس خطۂ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی رنگ میں ڈھال دیں گے۔

دنیا بھر کے عوام بالعموم اور ایشیا کے عوام بالخصوص جس انقلابی جدوجہد میں

مصروف ہیں اس میں سب سے بڑی رکاوٹ بیرونی دخل اندازی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر ملک کے عوام کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی آزادی، ترقی اور سالمیت کے لئے کسی طرح کی بیرونی مداخلت کے بغیر اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں۔ ہم خود اس اصول پر سختی سے کاربند ہیں۔ ہم نہ صرف خود دوسرے ممالک کے معاملات میں دخل اندازی سے گریز کرتے ہیں بلکہ کسی دوسرے ملک کو بھی اپنے اندرونی معاملات میں دخل دینے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔ ہم سب ملکوں کے ساتھ دوستی اور امن کے خواہاں ہیں۔ ہم کسی کے حلقۂ اثر یا دائرۂ تسلّط میں دخل دینا نہیں چاہتے۔ ہم بڑی طاقتوں کی آویزش سے دور رہتے ہوئے اپنے عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں۔

مہمان گرامی! ہم نے اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے پر خصوصی توجہ دی ہے۔ ہندوستان کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے لئے ہماری کوششیں جاری ہیں جو بتدریج آگے بڑھ رہی ہیں، لیکن پاک بھارت تعلقات میں سب سے بڑی رکاوٹ مسئلۂ کشمیر ہے جو عالمی برادری کی کوششوں کے باوجود ابھی تک حل نہیں ہوا۔ ہم نے ماضی میں جموں وکشمیر کے عوام کی حمایت کی ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس موقع پر میں کشمیری عوام اور پاکستانی موقف کے لئے عوامی جمہوریہ چین کی حمایت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ چین کی یہ حمایت عالمی برادری کے فیصلے اور بین الاقوامی تعلقات کے طے شدہ اصولوں کے عین مطابق ہے۔

مہمان گرامی! افغانستان ہمارا قریبی ہمسایہ اور برادر ملک ہے جس کے ساتھ ہمارے مضبوط مذہبی، ثقافتی اور تاریخی رشتے ہیں۔ پاکستانی عوام کے دلوں میں اپنے افغان بھائیوں کے لئے بے پناہ محبت اور خیرسگالی کے جذبات پائے

جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں نے اسی محبت اور خیر سگالی کو آگے بڑھانے کے لئے پچھلے سال خود کابل کا دورہ کیا اور وہاں کے صدر جناب نور محمد ترکئی سے تفصیلی گفتگو کی۔ یہ بات باعث اطمینان ہے کہ وہ بھی پاکستان کے ساتھ باہمی تعلقات اور تعاون کو فروغ دینے کے خواہاں ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ خواہش عملی شکل بھی اختیار کرے گی۔ ہم افغانستان کے ساتھ بقائے باہمی کے اصولوں کی بنیاد پر تعلقات مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ ہم وہاں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو بھی افغانستان کا اندرونی معاملہ سمجھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ پُرامن انداز میں اپنے مسائل خود حل کریں، اور پُرامن حالات پیدا کر کے اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ دوستی اور تعاون کے لئے کام کریں۔ دوستی اور اعانت کے اسی جذبے کے تحت ہم نے افغان حکومت کو بعض سہولتیں بھی دی ہیں جن میں راہداری کی سہولت بھی شامل ہے۔ میں ان سہولتوں کا ذکر صرف خیر سگالی کی علامت کے طور پر کر رہا ہوں، احسان جتانے کے لئے نہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ حال ہی میں جناب نور محمد ترکئی نے بھی اپنے ایک بیان میں پاکستان کی سرحدوں کا احترام اور اس کے ساتھ دوستی کی خواہش کا اظہار کیا ہے میں حکومت پاکستان کی جانب سے خیر سگالی کے ان جذبات کی پرخلوص تائید کرتا ہوں اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ ہمیں دوستی اور خیر سگالی میں پیچھے نہیں پائیں گے۔

ہمارا برادر ملک ایران آج کل مشکل مراحل سے گذر رہا ہے۔ ماضی کی طرف نظر ڈالیں تو پاکستان اور ایران کے گہرے اور ہمہ گیر رشتوں کی گواہی ملتی ہے۔ ان رشتوں کی بنیاد وہ گہری مذہبی اور ثقافتی یگانگت ہے جو دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان پائی جاتی ہے۔ یہ رشتے اتنے مستحکم اور اٹل ہیں کہ کسی فرد کے نشیب وفراز یا حکومتوں کی تبدیلی سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ پاکستانی عوام اپنے ایرانی بھائیوں کے لئے

ہمیشہ کی طرح نیک خواہشات رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی مشکلات پر قابو پا لیں اور ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن رہیں۔

مہمانِ عزیز! جمہوریہ کمپوچیا کے حالات پر ہمیں تشویش ہے اور اس تشویش کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں اقوام متحدہ کے منشور کے برعکس اور بین الاقوامی اصولوں کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ایک ملک کی حکومت کو بیرونی فوجی حکومت کی مداخلت کے ذریعے ہٹا دیا گیا ہے۔ پاکستان جمہوریہ کمپوچیا سے غیر ملکی فوجوں کی واپسی کے بین الاقوامی مطالبے کی پوری پوری حمایت کرتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کی صورت حال بدستور پیچیدہ اور پر خطر ہے۔ فلسطینی عوام اب بھی اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ اور اسرائیلی فوجیں، اب بھی عرب ممالک کے علاقوں پر قابض ہیں۔ مصر اور اسرائیل کے درمیان سمجھوتے کی کوششیں ایک بار پھر اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور توسیع پسندی کی نذر ہو گئی ہیں۔ پاکستانی حکومت اور عوام اپنے عرب بھائیوں کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لاہور کی سربراہ کانفرنس اور اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ عرب علاقے خالی نہیں ہو جاتے اور فلسطینی عوام کو ان کے قومی حقوق حاصل نہیں ہو جاتے۔ ان حقوق میں بلا شرط ایک آزاد اور خود مختار فلسطینی ریاست قائم کرنے کا حق بھی شامل ہے۔

پاکستان ہمیشہ سے نسل پرستی کے خلاف افریقی عوام کی حمایت کرتا رہا ہے۔ جنوبی افریقہ کے جنوبی حصہ کی صورت حال خطرناک ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں نسل پرست تاریخ کے دھارے کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس بے جا

مزاحمت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تاریخی عمل جو پُر امن طریقے سے مکمل ہونا چاہیئے، خون میں ڈوب کر مکمل ہوگا۔ اس ہولناک امکان کی ذمہ داری حریت پسندوں پر نہیں نسل پرستوں پر ہوگی۔ ان نسل پرستوں کو چاہیئے کہ وہ تاریخ کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیں اور جنوبی افریقہ، نمیبیا اور زمبابوے کے لاکھوں عوام کو خون خرابے سے بچائیں۔ ہم افریقہ میں بیرونی مداخلت کی مخالفت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ افریقہ کے مسائل افریقی ممالک اور افریقی عوام حل کریں۔

مہمانِ عالی مرتبت! ہم جنوبی ایشیا کے مسائل بھی منصفانہ طریقے سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ اس علاقے کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دیا جائے۔ اس مقصد کے لیئے ہم نے اقوام متحدہ میں تجویز پیش کی ہے جس کی تائید ہمارے پڑوسیوں سمیت کئی ممالک نے کی ہے۔ اس تجویز کے لئے چینی حمایت ہمارے لئے خاص طور پر تقویت کا باعث ہے جس کے لئے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ باہمی گفتگو اور افہام و تفہیم کے ذریعے جنوبی ایشیا کے ممالک اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان خلیج روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ایشیائی اور افریقی ممالک نے آزادی کے وقت ترقی اور خوشحالی کا جو خواب دیکھا تھا وہ آج تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا ہے۔ اس کی وجہ علاقے کے عوام کی کوششوں میں کمی نہیں بلکہ غیر منصفانہ بین الاقوامی اقتصادی نظام ہے جس کی وجہ سے تیسری دنیا کی پیدا کردہ دولت کا بڑا حصہ ترقی یافتہ ممالک کو منتقل ہو جاتا ہے اور ترقی پذیر ممالک ترقی کے لئے جتنی کوششیں کرتے ہیں، اتنا ہی وہ قرض کے بوجھ تلے دبتے چلے جاتے ہیں اس غیر منصفانہ نظام کو بدلنا

ضروری ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ پوری انسانیت کو ایک برادری سمجھا جائے اور اس کرۂ ارض سے ناداری، افلاس اور غربت کو ختم کرنے کے لئے عالمی سطح پر بھرپور کوششیں کی جائیں۔ قدرت کی دی ہوئی نعمتوں کو چھوٹے چھوٹے خانوں میں بند کر دینا اور چند ممالک کی اجارہ داری میں دے دینا کسی طرح بھی انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔

عزت مآب نائب وزیر اعظم! میں ایک بار پھر آپ کو دورۂ پاکستان پر خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کی طرف سے ملنے والی اخلاقی اور مالی امداد کے لئے چین اور چینی عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پاک چین دوستی باہمی تعاون اور اچھے ہمسائیگی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اور تیسری دنیا کے ممالک کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔ ہماری دعا ہے کہ چین اپنے چار MODERNISATION پروگراموں میں بھرپور ترقی کرے اور یہ دوسرا لانگ مارچ (LONG MARCH) جو انہوں نے شروع کیا ہے اسے پہلے کی طرح کامیابی کی سطح تک پہنچاتے۔

معزز خواتین و حضرات! اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ روایتی انداز میں نیک تمناؤں کے اظہار میں شریک ہوں۔

—— عالی مرتبت چیئرمین ہوا کوا فنگ کی صحت اور درازی عمر کے لئے،

—— عالی مرتبت نائب وزیر اعظم لی شین نین اور ان کی اہلیہ محترمہ مادام لین چاؤمے کی صحت اور خوشحالی کے لئے،

—— ہمارے دوسرے معزز چینی مہمانوں کی صحت اور خوشحالی کے لئے،

—— عظیم چینی عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لئے۔

—— اور پاکستان چین دوستی کے روز بروز فروغ اور استحکام کے لئے۔

پاک چین دوستی زندہ باد

ملائیشیا کے وزیر اعظم کے اعزاز میں ضیافت کے موقع پر خطاب

۲۵ر جنوری ۱۹۷۹ء

ملائیشیا کے وزیر اعظم عزّت مآب داتو حسین بن عون اپنی اہلیہ محترمہ اور وفد کے ہمراہ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ضیافت دی۔ اس تقریب میں تقریر کرتے ہوئے صدر پاکستان نے پاکستان اور ملائیشیا کے تاریخی قریبی روابط اور اسلامی رشتوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا ایک وحدت ہے اور ان کے مسائل مشترک ہیں۔ عالم اسلام کا ذکر کرتے ہوئے صدر پاکستان نے کہا کہ وحدت اسلامی کا تقاضہ ہے کہ ہم ان مسائل کو اپنے مشترکہ مسائل سمجھیں اور آپس میں گہرے معاشی اور اقتصادی روابط قائم کریں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی ممالک کو ملحدانہ نظریات کی یلغار روکنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور اسلامی نظام پر قومی زندگی استوار کرنی چاہیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؀

عزت مآب وزیرِ اعظم، داتو حسین بن عون،
ان کی قابلِ احترام اہلیہ داتین سہیلہ،
ملائیشیا سے تشریف لانے والے دیگر مہمانانِ گرامی

اور

خواتین و حضرات!

السلام علیکم ۔ میں ملائیشیا کے وزیرِ اعظم، ان کی اہلیہ محترمہ اور اُن کے رفقاء کو پاکستان کے عوام، پاکستان کی حکومت اور خود اپنی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں، میں امید کرتا ہوں کہ پاکستان میں اُن کا قیام خوشگوار رہے گا اور وہ وطن واپس جانے سے پہلے پاکستان کے بعض حصے اور اہلِ پاکستان کی محبت کی کچھ جھلکیاں دیکھ سکیں گے۔

مہمانِ گرامی!

یہ شہر آپ کے لئے نیا نہیں کیونکہ آپ آزادی سے پہلے اپنی جوانی کا ایک حصہ

یہاں گذار چکے ہیں اور جوانی کی یادیں بآسانی ذہن سے محو نہیں ہوتیں، لیکن عہدِ غلامی کے راولپنڈی اور آزاد ملک کے اہم شہر راولپنڈی میں بڑا فرق ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے آج اپنی آمد کے چند گھنٹوں میں یہ فرق محسوس کر لیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے ملک کے دوسرے حصوں میں جانے سے پہلے اپنی اہلیہ محترمہ سمیت راولپنڈی بھی بخوبی دیکھیں اور راولپنڈی کے پاس آباد ہونے والا نیا شہر اسلام آباد بھی دیکھیں جو آزاد مملکت کے دارالحکومت کے طور پر ابھر رہا ہے۔ یہ دونوں جڑواں شہر قدیم اور جدید عمارتوں کے نمونے ہی نہیں ہمارے ماضی اور مستقبل کے آئینہ دار بھی ہیں۔

عالی جناب!

گذشتہ چند گھنٹوں میں آپ سے رسمی اور غیر رسمی طور پر جو مذاکرات ہوئے ہیں وہ انشاءاللہ بڑے مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوں گے۔ یہ ملاقات دو آزاد اور خود مختار حکومتوں کے سربراہوں کی ملاقات کے علاوہ گہرے دوستوں اور مسلمان بھائیوں کی ملاقات بھی ہے۔ میں ان ملاقاتوں میں آپ کی معاملہ فہمی، اسلام پسندی اور پاکستان دوستی سے بہت مرعوب ہوا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی قیادت میں ملائیشیا اور پاکستان ایک دوسرے کے مزید قریب آجائیں گے اور آپ کا موجودہ دورہ دوستی کے اس سفر میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگا۔

ملائیشیا کے محنتی اور بہادر عوام نے آپ کی دانشمندانہ اور ولولہ انگیز قیادت میں جو ہمہ گیر ترقی کی ہے ہم اسے تحسین اور فخر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ اہلِ ملائیشیا کی ترقی اور خوشحالی کو ہم اپنی ترقی اور خوشحالی سمجھتے ہیں ہماری تمنّا ہے کہ وہ قومی ترقی کی مزید منزلیں طے کریں اور اپنے قومی مقاصد حاصل کرنے میں

سرخرو ہوں۔

عزت مآب وزیرِ اعظم!

آپ کے عظیم ملک ملائیشیا نے جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کی ایسوسی ایشن میں جو فعال اور اہم کردار ادا کیا ہے اس سے علاقائی تعاون کے عملی ڈھانچے کی بنیاد ڈھالنے میں بہت مدد ملی ہے۔ آپ کی ان کوششوں سے یہ ادارہ ایشیا کے امن اور سلامتی کا ایک اہم جزو بن گیا ہے۔ اس ادارے کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ پُر امن تعاون کو فروغ دینے میں مفید ثابت ہو رہا ہے، جس سے ہم بہت خوش ہیں کیونکہ اس کا یہ کردار ہمارے مقاصد کے عین مطابق ہے۔

ہم ملائیشیا کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ جنوب مشرقی ایشیا کو امن، آزادی اور غیر جانبداری کا علاقہ قرار دیا جائے تاکہ وہ بڑی طاقتوں کی رقابت اور کشمکش سے محفوظ رہ سکے۔ ہماری بھی کوشش ہے کہ ہمارے ملک کے آس پاس کے علاقوں میں امن اور سلامتی کا دور دورہ رہے چنانچہ ہم نے جنوبی ایشیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کی تجویز پیش کی ہے اور بحرِ ہند کو "امن کا علاقہ" قرار دینے کی حمایت کی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ملائیشیا سمیت بہت سے اہم اور قابلِ قدر ممالک نے ہماری ان کوششوں کو اپنی تائید سے نوازا ہے۔

مہمانِ عالی قدر!

درحقیقت جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا ایک ہی جغرافیائی وحدت کے دو حصّے ہیں جو بحری، برّی اور ہوائی راستوں سے منسلک ہیں۔ یہ نہ ہی زمانۂ امن میں ایک دوسرے سے منہ موڑ سکتے ہیں اور نہ ہی عالمی جنگ میں ایک دوسرے الگ رہ سکیں گے۔ نظریات کی یورش ہو یا معاشی دباؤ، اس کی لہریں بحرِ ہند کے

کنارے واقع تمام ملکوں میں محسوس کی جائیں گی ۔ لہٰذا ہماری یہ خواہش اور کوشش ہے کہ یہ ساری بیلٹ (BELT) ہر طرح کے تخریبی ہنگاموں سے پاک رہے تاکہ اس علاقے کے پسماندہ ممالک اپنے وسائل کو یکسوئی کے ساتھ اپنی ترقی کے لئے صرف کر سکیں۔ اس یکسوئی کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ بیرونی مداخلت کو ہر ممکن طریقے سے روکا جائے اور جہاں جہاں بیرونی مداخلت کے واقعات ہوتے ہیں ان کی مخالفت کی جائے۔ اسی اصول کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے کمبوچیا سے غیر ملکی فوجوں کی واپسی کے بین الاقوامی مطالبے کی حمایت کی ہے۔

پاکستان دوسرے ممالک کے معاملات میں عدم مداخلت، ان کی علاقائی سالمیت کے احترام اور ان کے قومی اقتدارِ اعلیٰ پر یقین رکھتا ہے۔ یہ اصول پاکستان کے وضع کردہ نہیں بلکہ پوری عالمی برادری کے تسلیم شدہ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کرۂ ارض پر بسنے والے تمام ممالک، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ان کا احترام کریں اور اپنے بین الاقوامی تعلقات میں ان پر خلوصِ دل سے عمل کریں۔

عزت مآب داتو حسین بن عون !

ہم عالمی برادری کے ارکان ہونے کے علاوہ عالم اسلام کے رشتۂ اخوت میں بھی منسلک ہیں جس کو فروغ دینے میں آپ کے ملک ملائیشیا اور اس کے قابلِ فخر فرزند تنکو عبدالرحمٰن نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان بھی اتحادِ عالم اسلامی کے لئے مقدور بھر کوششیں کر رہا ہے۔ اسلامی ممالک کی دو تین بین الاقوامی تقریبات کی میزبانی کا شرف بھی پاکستان کو حاصل ہوا ہے اور رابطۂ عالمِ اسلامی کا علاقائی دفتر اور اسلامی ممالک کے ایوان ہائے صنعت و تجارت کا ہیڈ کوارٹر کراچی میں قائم کیا گیا ہے۔ اس سے عالمِ اسلام کا پاکستان پر اعتماد ظاہر ہوتا ہے اور پاکستان اسے باعثِ عزت اور ذریعۂ افتخار سمجھتا

ہے۔

اگرچہ مسلمان دنیا کے تقریباً سبھی حصوں میں آباد ہیں لیکن ان کے بڑے بڑے مراکز صرف تین ہیں —— شمالی افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا۔ ان تینوں حصوں کے اپنے اپنے مسائل ہیں، لیکن ان میں سے چند ایسے ہیں جو تمام مسلم ممالک کے لئے یکساں طور پر اہم ہیں۔ میں اس وقت ان کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا لیکن صرف دو تین باتوں کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں —— ایک ہے نظریاتی یلغار جس کا تقریباً تمام عالمِ اسلام کو سامنا ہے۔ ہمارا دعویٰ اور ایمان ہے کہ اسلام سے بہتر، جامع اور مکمل نظامِ حیات نہ اس دنیا کو پہلے کبھی نصیب ہوا تھا اور نہ آئندہ نصیب ہوگا۔ ہمارے اس دعوے کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ دنیا میں ایسے ایسے ملحدانہ نظریات ہمارے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں جو ہمارے دین کے بنیادی نظریات سے متصادم ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم عملی طور پر یہ ثابت کر دکھائیں کہ واقعی اسلام کا معاشی اور معاشرتی نظام دوسرے تمام نظاموں سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ ہم پاکستان میں اس ضمن میں بعض اقدامات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق اور ہمت دے کہ ہم اس کا دیا ہوا نظام عملاً رائج کر سکیں۔

عالی جناب!

دوسری بات جس کی میں نشاندہی کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر ہو یا مسئلہ فلسطین، یہ تمام اسلامی ممالک کے مشترکہ مسائل ہیں، کیوں کہ اگر تمام اسلامی ممالک ایک ہی روحانی وجود کے مختلف اعضاء ہیں تو ہر عضو کا درد دوسرے عضو کو محسوس کرنا چاہیئے۔

تیسری اور آخری بات جو اس ضمن میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اسلامی

ممالک کو صنعتی اور میدان میں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے تاکہ وہ باہمی ترقی کو فروغ دے کر دوسروں پر انحصار کم کر سکیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے موجودہ دورے میں نہ صرف ثقافتی سمجھوتے پر دستخط ہوں گے بلکہ معاشی تعاون کی بھی نئی راہیں کھلیں گی۔

مہمانِ گرامی!

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ کو پاکستان میں خوش آمدید کہتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ آپ کا یہ دورہ دونوں اسلامی ممالک کو قریب تر لانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

خواتین و حضرات!

اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ روایتی انداز میں میرے ساتھ نیک تمناؤں کے اظہار میں شریک ہوں:۔

——— اعلیٰ حضرت یانگ دی پرتوان آگانگ کی صحت اور درازعمری کے لئے،

——— عزت مآب داتو حسین بن عون اور محترمہ داتین سہیلہ کی صحت اور خوشحالی کے لئے،

——— ملائیشیا سے تشریف لانے والے تمام مہمانوں کی صحت کے لئے،

——— ملائیشیا کے برادر عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لئے،

——— اور

——— پاکستان اور ملائیشیا کی زندۂ جاوید دوستی کے لئے۔

پاک ملائیشیا دوستی زندہ باد

پاکستان نیوی کی تقریب سے خطاب

۳ر فروری ۱۹۷۹ء

پاک بحریہ میں دو تباہ کن جہاز شامل کئے گئے۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدرِ پاکستان، جنرل محمد ضیاء الحق نے پاک بحریہ کے دفاعی کردار کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ بحریہ نہ صرف ہمارے ساحلوں کی محافظ ہے بلکہ ہماری بحری تجارتی شاہراہوں کی بھی نگران ہے۔

صدر پاکستان نے کہا کہ ہماری دفاعی سروس کے لئے تین باتیں بہت اہمیت کی حامل ہیں کہ پاکستان کے بنیادی نظریے پر ان کا غیر متزلزل ایمان ہو۔ وہ ضروری سازوسامان سے لیس ہوں اور انتھک محنت کریں۔ ان تینوں کی یکجائی سے ہی ہم ناقابلِ تسخیر ہو سکتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

ایڈمرل شریف،
ریئر ایڈمرل ضمیر،
آفیسرز
اور
سیلرز!

السّلام علیکم ۔ میرے لئے یہ انتہائی مسرّت کا مقام ہے کہ آج مجھے اس بحری بیڑے کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا جس کے لئے میں چیف آف دی نیول سٹاف اور کمانڈر پاکستان فلیٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

آج کی تقریب خاص اہمیّت کی حامل ہے کیونکہ پاکستان بحریہ کو مضبوط تر بنانے کے لئے حکومت جو اقدامات کر رہی ہے اس کی ایک جھلک ان دو جہازوں کی شکل میں نظر آ رہی ہے جو آج بحریہ کے فِلیٹ (FLEET) میں شامل ہو رہے

ہیں۔ "گیئرنگ" قسم کے یہ دو تباہ کن جہاز اپنے ساز و سامان کی تجدید اور موجودہ تقاضوں کی تکمیل کے بعد حال ہی میں امریکہ سے آئے ہیں۔ ان جہازوں سے نیوی کی دفاعی قوت میں اضافہ ہوگا اور وہ آئندہ زیادہ با اعتماد اور مؤثر طریقے سے اپنے فرائض انجام دے سکے گی۔

نیوی کی قوت اور پاکستان کے دفاع میں گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ہر وہ کوشش جو نیوی کو مضبوط تر بناتی ہے پاکستان کے دفاع میں مفید اضافہ کرتی ہے۔ نیوی ہماری بحری سرحدوں کی پاسبان ہے اور اسے ملک کے دفاعی نظام میں ایک اہم اور قابلِ قدر بازو کی حیثیت حاصل ہے۔ گذشتہ جنگوں میں اس نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور اعلیٰ کارکردگی سے نہ صرف دوسری دونوں سروسز —— یعنی آرمی اور ائرفورس کو متاثر کیا ہے بلکہ پوری قوم سے دادِ تحسین حاصل کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہماری بحریہ اپنی کارکردگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوششیں جاری رکھے گی۔

بحریہ زمانۂ جنگ میں ہی نہیں زمانۂ امن میں بھی مفید کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی افادیت کا ایک پہلو جسے عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے خود اس کا وجود ہے۔ یعنی اس کی موجودگی کی وجہ سے کوئی جارحیت پسند بحریہ پاکستان کو ایک تر نوالا سمجھ کر ادھر کا رُخ نہیں کر سکتی کیونکہ ہر حریص دشمن کو اس بات کا احساس ہے کہ پاکستان کے ساحلوں کی پاسبانی ایک مستعد اور ماہر نیوی کے سپرد ہے۔ اس موقع پر مجھے قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی وہ بصیرت افروز تقریر یاد آ رہی ہے جو انہوں نے ۱۹۴۷ء میں پی۔ این۔ ایس دلاور میں کی تھی۔ انہوں نے فرمایا :۔

"اس ناقص اور ناتمام دنیا میں ایک ضعیف اور محرومِ دفاع قوم غیروں کو جارحیت کی دعوت دیتی ہے۔ ہم امن کے

مقاصد کی بہترین خدمت یہ کر سکتے ہیں کہ ہم ان افراد کے دل سے حرص و ہوس نکال دیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور وہ ہم پر اپنی دھونس چلا سکتے ہیں یا ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ حرص و ہوا کو صرف اسی صورت میں نکالا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اتنا مضبوط اور طاقتور بنا لیں کہ کوئی ملک یا قوم ہمارے خلاف جارحانہ عزائم کو بروئے کار لانے کی جرأت نہ کر سکے۔"

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بحریہ بابائے قوم کے اس فرمان پر پوری طرح کارفرما ہے اور آج اس کی قوت اور عظمت کا اتنا شہرہ ہے کہ کوئی دشمن اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ ہمارے ساحلوں کا رُخ نہیں کر سکتا۔

زمانۂ امن میں پاکستان بحریہ کا ایک کردار یہ بھی ہے کہ وہ پڑوسی مسلم ممالک کے ساتھ ہمارے بحری راستوں کی حفاظت کرتی ہے جن کے ساتھ ہمارے گہرے ثقافتی اور تجارتی تعلقات ہیں۔ اس کے علاوہ بحری تجارت کے لئے حالات کو پُرامن اور سمندری راستوں کو محفوظ رکھنا بھی بحریہ کے فرائض میں شامل ہے۔ گویا پاکستان نیوی مُلکی دفاع میں ہی نہیں مُلکی تجارت اور بین الاقوامی تعلقات میں بھی اہم خدمات انجام دیتی ہے۔

زمانۂ امن ہو یا زمانۂ جنگ ہماری ہر دفاعی سروس کے لئے تین باتیں بہت ضروری ہیں ـــــ پاکستان کے بنیادی نظریئے پر غیر متزلزل ایمان، ضروری ساز و سامان اور انتھک محنت! میں نظریئے کو اوّلیت اس لئے دیتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں جب افواج میدانِ کارزار میں اترتی ہیں تو وہ صرف ایک قطعۂ زمین یا فضائی اور بحری سرحدوں کا ہی دفاع نہیں کرتیں بلکہ درحقیقت وہ ایک نظریئے کا دفاع کرتی

ہیں جس کا نام پاکستان ہے۔ اس نظریئے میں ان کا ایمان جتنا پختہ ہوگا ان کی قوّت اتنی ہی ناقابلِ شکست ہوگی۔ میں مانتا ہوں کہ ہتھیاروں اور دوسرے جنگی سامان کے بغیر صرف قوتِ ایمانی کے زور پر دشمن کی یلغار کو نہیں روکا جا سکتا، لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ناقابل تردید ہے کہ عام استعمال والے ہتھیار جب ایسے ہاتھوں میں پہنچتے ہیں جن کے دلوں میں جذبۂ ایمانی اپنے پورے زور و شور سے موجزن ہوتا ہے تو ان کی ضرب، ضرب حیدریؓ بن کر پڑتی ہے کیونکہ کسی ہتھیار کی کاٹ صرف اس میں استعمال ہونے والی دھات یا اس کی دھار میں نہیں ہوتی بلکہ ان ہاتھوں میں ہوتی ہے جو اسے استعمال کرتے ہیں۔

دوسری اہم ضرورت قابلِ استعمال اور جدید جنگی سامان ہے جسے حاصل کرنے کے لئے مالی وسائل درکار ہوتے ہیں۔ پاکستان کے مالی وسائل اجازت نہیں دیتے کہ نیوی کو فوری طور پر وسعت دینے یا اسے مکمل طور پر جدید بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں لیکن محدود وسائل کے باوجود ہم اپنے ملکی دفاع سے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہماری کوشش ہے کہ نیوی کی کم از کم ضروریات کو ہر صورت میں پورا کیا جائے۔ آج جو جہاز پاکستان بحریہ میں شامل ہو رہے ہیں یہ انہی کوششوں کی ایک کڑی ہیں۔

تیسری بات جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں مسلسل اور انتھک محنت ہے جو جذبۂ ایمانی اور دفاعی سامان کو ایک نئی آنچ دے کر دفاعی صلاحیتوں کو کُندن بنا دیتی ہے۔ محنت کے بغیر کوئی فرد، ادارہ یا ملک ترقی نہیں کر سکتا لہٰذا جہاں میں نظریئے سے وابستگی اور جنگی ہتھیاروں کی فراہمی پر زور دوں گا وہاں میں آپ کو یہ بھی تاکید کروں گا کہ آپ لگاتار محنت سے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو جِلا بخشیں۔

پیشہ ورانہ مہارت کو بہتر سے بہتر بنانے پر توجّہ دینے کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ ہمیں اپنے حریفوں کی عددی برتری (QUANTITY) کا اعلیٰ مہارت (QUALITY) سے مقابلہ کرنا ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم تمام افراد کو خواہ وہ افسر ہوں یا سیلرز، اعلیٰ سے اعلیٰ تربیّت سے لیس کریں تاکہ وہ اپنے جنگی ساز و سامان سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

حکومت کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ ہمیں بحری جہازوں سمیت بیشتر جنگی سامان کے لئے دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے جو نہ صرف روپے پیسے کے لحاظ سے مہنگا پڑتا ہے بلکہ اس کے کئی اور بھی نقصانات ہوتے ہیں۔ چنانچہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان کو دفاعی لحاظ سے خود کفیل بنانے کے لئے امکانات کا جائزہ لے اور مختلف ادوار (PHASES) میں مخصوص ترجیحات (PRIORITIES) کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کرے۔ اگر ہماری یہ کوششیں کامیاب ہوگئیں تو پاکستان نیوی کی ضرورت کا سامان بھی ملک کے اندر تیار کرنے پر بھی توّجہ دی جائے گی۔ اس طرح کے کسی ارادے کو عملی شکل دینے کے لئے مالی وسائل کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہم کوششیں کر رہے ہیں۔

آخر میں، میں پاکستان بحریہ کو دو تباہ کن جہاز ملنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی قوّت میں مزید اضافہ کرے تاکہ یہ اپنے وطن کے دفاع میں اپنا کردار زیادہ بھرپور اور مؤثر طریقے سے ادا کرسکے، آمین۔

پاکستان پائندہ باد

عید میلاد النبیؐ کے موقع پر قوم سے خطاب

(اسلامی قوانین کا نفاذ)

۱۰ فروری ۱۹۷۹ء

۱۲ ربیع الاوّل کے مبارک موقع پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے نظام اسلام کو نافذ کرنے کے لئے چند بنیادی اقدامات کا اعلان کیا۔ ان میں زکوٰۃ و عشر کے نظام کا قیام اور "قانون حدود" کا نفاذ شامل تھا۔ ان کے علاوہ بلاسود بینکاری کے آغاز کا بھی اعلان کیا گیا۔ برادر اسلامی ممالک کے عطیات اور سرکاری عطیات سے ابتدائی طور پر اڑھائی کروڑ روپے سے فوری طور پر زکوٰۃ فنڈ قائم کرنے اور شریعہ فیکلٹی کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا۔

اس اعلان کو تاریخی حیثیت حاصل ہے کیونکہ حصول پاکستان کے مقاصد کی عملی تکمیل کے لئے یہ اولین قدم اور پاکستان میں نظامِ اسلام کے نفاذ کی بنیادوں کی خشتِ اول تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم۔ آج عید میلاد النبیؐ ہے جو ہماری دینی اور ملّی زندگی کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ یہ دن اگرچہ قوم ہر سال مناتی ہے لیکن سرکاری طور پر اس کی وسیع پیمانے پر تقریبات کا اہتمام پہلی بار کیا گیا ہے کیونکہ جس عظیم و برتر ہستی کا یوم ولادت ہم منا رہے ہیں اس کے ہم پر اتنے احسانات ہیں کہ آج کے دن ہی کیا ساری عمر اس کا شکریہ ادا کرتے رہیں تو بھی حق ادا نہ ہو گا۔ اس محسن انسانیتؐ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو ایک ایسے پُرامن اور روشن انقلاب سے روشناس کرایا جس میں فرد اور معاشرے کی دنیوی اصلاح کے علاوہ ان کی ابدی نجات کی ضمانت بھی موجود ہے۔ سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس کا ایک اعجاز یہ ہے کہ وہ اس انقلاب کی خود عملی تفسیر تھے۔ نہ صرف ان کی اپنی اور ان کے اہل خاندان کی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزری بلکہ انہوں نے اپنی زندگی میں وہ نظریاتی

معاشرہ بھی قائم کر دیا جس کی نوید انہوں نے الہامی آیات میں سنائی تھی۔

ہم اس عظیم ہستی کے غلام ہونے کے دعویدار رہیں، لیکن اگر ہم اپنی عملی زندگی اور اپنے معاشرتی ماحول پر نظر ڈالیں تو ہمیں افسوس سے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہم اسلام کی مقرر کردہ راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ ہم میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے بنیادی ارکان کو پسِ پشت ڈال کر ایسی زندگی گزار رہے ہیں جو سماجی بہبود، عدل اور انصاف کے اسلامی اصولوں کی بجائے مادہ پرستی کا شکار ہے۔

اب ہم زندگی کے دوراہے پر کھڑے ہیں۔ جہاں سے ایک راستہ یہ ہے کہ ہم خدانخواستہ گمراہی کی زندگی گزارتے گزارتے بالآخر تباہی کا شکار ہو جائیں اور دوسرا یہ ہے کہ اپنی غلطی کا فوراً احساس کریں، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اپنی بقیہ زندگی اسلام کے مطابق گزار کر —— اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں —— سرخرو ہو جائیں۔

اس ملک کے رہنے والے پہلے ہی اپنی راہ کا تعین کر چکے ہیں۔ انفرادی طور پر ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اسلامی طرزِ زندگی اختیار کرے۔ اجتماعی طور پر بھی ہم قیام پاکستان سے پہلے ہی یہ قوم عزمِ صمیم کر چکے ہیں کہ ہم ایک علیحدہ ملک قائم کریں گے، جہاں ہم اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ آج بھی وہ لوگ اس ملک میں موجود ہیں جنہوں نے جنوبی ایشیا کے شہر شہر، گلی گلی اور کوچے کوچے یہ نعرہ بلند کیا تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا ؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

قرار دادِ مقاصد

قیام پاکستان کے بعد پہلی دستور ساز اسمبلی نے جو قرار دادِ مقاصد منظور کی اس

میں بھی اسلام کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ علماء نے جو ۲۲ نکات تیار کئے ہیں وہ بھی ہماری منزل کا تعین کرتے تھے اور پھر ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء میں جو آئین بنے ان میں بھی اسلام اور پاکستان کے بنیادی رشتے کو تسلیم کیا گیا اور ۱۹۷۳ء کے دستور میں بھی یہی رشتہ بدستور قائم ہے۔ ملک کی تمام سرکردہ سیاسی پارٹیاں اپنے دیگر اختلافات کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ ملک میں نظامِ اسلام قائم کیا جائے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ اس قوم نے جس نظریہ کے لئے پاکستان حاصل کیا تھا وہ اس پر آج بھی قائم ہے وہ یقیناً اس نظریہ کو عملی زندگی میں رواں دواں دیکھنے کی آرزو مند ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ موجودہ حکومت کو ان کی امنگوں کو پورا کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ گذشتہ سال ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں اتنی پیش رفت ہو چکی ہے کہ میں آج باقاعدہ اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو اپنی برکتوں سے نوازے۔ اس سلسلے میں چند کام پہلے ہی کئے جا چکے ہیں، جن کا میں مختصراً تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنی نئی نسل کو اس نظریئے سے روشناس نہ کرایا جو قیام پاکستان کی بنیاد بنا تھا۔ ہماری درسی کتابوں اور نصاب میں ایسا مواد شامل کر دیا گیا تھا جو ہمیں اپنے محور سے دور لے جا رہا تھا۔ لہٰذا نئی نسل کو اپنے فکری محور پر رکھنے کے لئے نئی تعلیمی پالیسی وضع کی گئی جس کا بنیادی مقصد نظریۂ پاکستان اور نظریۂ اسلام سے وابستہ نسل تیار کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے پہلی کڑی درسی کتابوں میں ترمیم ہے جو پہلے ہی کی جا چکی ہے یہ ترمیم شدہ کتابیں اسی سال یکم اپریل سے پڑھائی جائیں گی جبکہ مکمل طور پر نئے سرے سے لکھی گئی کتابیں اگلے تعلیمی سال سے شروع کی جائیں گی۔ علاوہ ازیں

آئندہ تعلیمی سال سے انگلش میڈیم اسکول بھی قومی زبان "اردو" کو بتدریج ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ابلاغ عامہ خصوصاً ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگراموں میں بھی مناسب تبدیلیاں کی گئی ہیں تاکہ وہ بھی ہمارے قومی تشخص کو ابھار سکیں۔

شریعت بنچ

دوسرا اہم اقدام شریعت بنچوں کا قیام ہے جس کا اعلان میں نے موجودہ اسلامی سال کے آغاز پر کیا تھا۔ گذشتہ دو اڑھائی ماہ میں شریعت بنچوں کے متعلق جو آراء اور تجویزیں وصول ہوئی تھیں ان کی روشنی میں متعلقہ ایکٹ میں ترمیم کر کے اسے آئین کا حصّہ بنا کر نافذ کر دیا گیا ہے۔ گویا اب ہر شہری قانون کو عدلیہ کے سامنے لے جا سکتا ہے تاکہ اس کے کلّی یا جزوی طور پر غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ لے سکے۔ دوسرے الفاظ میں ملک کے قانون پر شریعت کی بالادستی قائم کر دی گئی ہے۔

قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا ہی کافی نہیں یہ بھی لازم ہے کہ ہر شخص کو عدل و انصاف بلا تاخیر اور با آسانی ملے۔ ہمارے ہاں مشکل یہ ہے کہ قانونی طریقہ کار اتنا طویل اور پیچیدہ ہے کہ انصاف بآسانی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حکومت نے ایک مستقل لاء کمیشن (PERMANENT LAW COMMISSION) قائم کیا ہے، جس کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ جلد از جلد عدل و انصاف کے طریقۂ کار کو سہل بنانے کے لئے اپنی سفارشات حکومت کو پیش کرے۔ اس کمیشن کے سربراہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ہیں اور ممبروں میں تمام ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اور مسٹر شریف الدین پیرزادہ شامل ہیں۔ ایک اور اقدام قائد اعظم یونیورسٹی میں کلیہ شریعت یعنی

(POST-GRADUATE FACULTY OF SHARIA) کا قیام ہے۔ جس کا ذکر اس سے پہلے بھی کر چکا ہوں۔ یہ کلیہ (FACULTY) اس لئے قائم کی گئی ہے کہ اسلامی قانون رائج کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے ماہرین کی بھی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے جو مروجہ قوانین کے علاوہ اسلامی فقہ اور شریعت پر بھی عبور رکھتے ہوں۔ اس فیکلٹی کے قیام کی منظوری دی جا چکی ہے۔ اس کا نقشہ کار بھی تیار ہو چکا ہے اور اس کے لئے ضروری فنڈز مخصوص کئے جا چکے ہیں۔ انشا اللہ یہ فیکلٹی اس سال ستمبر، اکتوبر سے کام شروع کر دے گی۔

نئے اقدامات

آج میں جن اقدامات کا اعلان کرنے والا ہوں ان کا تعلق بعض معاشی اور رفاہی پہلوؤں سے ہے۔ ان کی تفصیل میں جانے سے پہلے میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ اسلام ایک نہایت ہی رفاہی، ترقی پسند، روشن خیال اور عدل قائم کرنے والا دین ہے۔ یہ ہر دور کے بدلتے ہوتے تقاضوں اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ امیر سے زیادہ غریب اور طاقت ور سے زیادہ کمزور کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ مرد اور عورت، آجر اور مزدور، مسلم اور غیر مسلم کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ یہ دینی اور دنیوی معاملوں میں عدل اور توازن کی ضمانت دیتا ہے۔ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ آج کل کے نام نہاد جدید اور ترقی یافتہ معاشرے درحقیقت اسلام کے ان اصولوں کے خوشہ چین ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ایک مکمل ضابطۂ حیات کی شکل میں رائج کئے گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے اصول ابدی اور اس کے قوانین لافانی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ مسلمہ اور ہمہ گیر ہوتے جاتے ہیں۔

بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنا آسان کام نہیں اس میں ہمت، وقت اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام ایک دن یا ایک ہفتے میں ہو سکتا ہے وہ شاید کسی اور مصلحت کے تحت حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ میں ان مشکلات کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا جو اس سلسلے میں درپیش ہیں، لیکن اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ گذشتہ ایک سال کی محنت کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل، ملکی اور غیر ملکی علماء، وزارت قانون اور مذہبی امور، ماہرین کی کمیٹیاں اور کابینہ کے ارکان چیدہ چیدہ اقدامات کا فیصلہ کر سکے ہیں، جن کا میں آج اعلان کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی اور بھی بہت اقدامات باقی ہیں جن پر پوری محنت اور توجہ کے ساتھ کام جاری ہے۔ بعض شعبوں میں حوصلہ افزا پیش رفت ہوئی ہے اور بعض شعبوں میں فی الحال کچھ دقتوں کا سامنا ہے۔ ان کا حل تحقیق اور اجتہاد کے ذریعے تلاش کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر موجودہ معاشی نظام کو بدلنے کی ضرورت سے سبھی متفق ہیں، لیکن ایسا کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کا نعم البدل تیار کر لیا جائے جو اسلام کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو۔ جو ماہرین اس کام میں مصروف ہیں ان کا خیال ہے کہ اسلام کا بلاسود اقتصادی نظام بتدریج جاری کیا جا سکے گا، جس کی تکمیل انشاللہ تین سال میں ہو جائے گی۔

ہم نے جس چیز کو سب سے پہلے منتخب کیا ہے وہ زکوٰۃ اور عشر ہیں۔ زکوٰۃ کو منتخب کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور اس کا تعلق معاشرے کی معاشی اور رفاہی زندگی سے ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے آرڈر کا مسودہ آج جاری کیا جا رہا ہے۔ اس کی موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:۔

زکوٰۃ فنڈ

۱۔ نصاب زکوٰۃ ، شرح زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ شریعت کے عین مطابق ہیں۔ شریعت حکومتِ وقت پر یہ فرض عائد کرتی ہے کہ وہ کلی یا جزوی طور پر صاحب نصاب مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کا اہتمام کرے۔ یہی ذمہ داری پاکستان کے آئین میں بھی رکھی گئی ہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ فنڈ قائم کیا جائے اور دوسرا ایک ایسا نظام تشکیل دیا جائے جس کے ذریعے تشخیص (ASSESSMENT) وصولی (COLLECTION) اور خرچ کا بندوبست کیا جائے۔ لہٰذا ایک زکوٰۃ فنڈ قائم کیا گیا ہے جس کے تین کھاتے ہوں گے :۔

ا۔ **مقامی کھاتہ** (LOCAL ACCOUNT) اس کھاتے میں زکوٰۃ اور عشر کی وہ تمام رقوم جمع کی جائیں گی جو مقامی طور پر گاؤں، محلے یا دیہہ وغیرہ سے حاصل ہوں گی۔

ب۔ **صوبائی کھاتہ** (PROVINCIAL ACCOUNT) مقامی کھاتے کا ۲۵ فیصد حصہ اس کھاتے میں جمع کیا جائے گا۔

ج۔ **مرکزی کھاتہ** (CENTRAL ACCOUNT) اس کھاتہ میں وہ زکوٰۃ جمع ہو گی جو براہ راست بینکوں اور مالیاتی اداروں میں جمع شدہ رقوم اور اثاثوں پر وصول کی جائے گی۔ اس کھاتے سے ضرورت کے مطابق مقامی کھاتے اور صوبائی کھاتے میں رقوم منتقل

کی جائیں گی۔

ان تینوں کھاتوں میں صدقات اور عطیات بھی جمع کئے جا سکیں گے۔ اس نظام کو چلانے کا طریقہ یہ ہو گا:-

۱۔ مقامی کھاتہ چلانے کے لئے ہر گاؤں، دیہہ اور محلے میں چار سے چھ ارکان پر مشتمل ایک لوکل کمیٹی ہو گی جس کا انتخاب اس آبادی میں رہنے والے خود کریں گے۔

۲۔ اسی طریقہ پر ایک ایک کمیٹی تحصیل اور ضلعی سطح پر بنائی جائے گی۔ یہ کمیٹیاں لوکل کمیٹیوں کی مدد، باہمی رابطے اور نگرانی کے فرائض انجام دیں گی۔

۳۔ صوبائی سطح پر ایک صوبائی زکوٰۃ کونسل بنائی جائے گی جس کا چیئرمین ایسا شخص ہو گا جو ہائی کورٹ کا جج ہو یا جج رہ چکا ہو، جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس کونسل کے پانچ ممبر ہوں گے، جن میں سے تین علماء ہوں گے۔

۴۔ صوبائی کھاتے کا نظم ونسق چلانے کے لئے ایک چیف ایڈمنسٹریٹر ہو گا جو صوبائی زکوٰۃ کونسل کی ہدایت، رہنمائی اور نگرانی میں کام کرے گا۔ چیف ایڈمنسٹریٹر اور صوبائی سیکرٹری مالیات بلحاظ عہدہ کونسل کے ممبر ہوں گے۔

۵۔ مرکزی سطح پر ایک مرکزی زکوٰۃ کونسل ہو گی جو سولہ ارکان پر مشتمل ہو گی۔ ان ارکان میں ہر صوبے کے چیف ایڈمنسٹریٹر شامل ہوں گے۔ ان کے علاوہ چار اشخاص صدر مملکت کی طرف سے نامزد کئے جائیں گے،

جن میں سے تین علماء ہوں گے، جن کے ناموں کی سفارش اسلامی نظریاتی کونسل کرے گی۔ صدر مملکت چار دیگر اشخاص کو نامزد کریں گے جن کا تعلق چاروں صوبوں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ماہرین سے ہوگا۔ مرکزی سیکرٹری مالیات اور سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور بلحاظِ عہدہ اس کے ارکان ہوں گے۔

اس کونسل کا چیئرمین ایسا شخص ہوگا جو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا جج ہو یا جج رہ چکا ہو یا جج بننے کا اہل ہو۔ اس کا انتخاب چیف جسٹس آف پاکستان کے مشورے سے کیا جائے گا۔

۶۔ پورے زکوٰۃ فنڈ کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے ایک انتظامی سربراہ ہوگا جو ایڈمنسٹریٹر جنرل کہلائے گا جس کا تقرر صدرِ پاکستان کریں گے۔ یہ ایڈمنسٹریٹر جنرل مرکزی زکوٰۃ کونسل کی زیرِ نگرانی اور زیرِ ہدایت کام کرے گا۔

زکوٰۃ کی وصولی

زکوٰۃ جمع کرنے کے خصوصی نکات یہ ہیں :۔

۱۔ ہر صاحبِ نصاب فرد اپنے "اموالِ باطنہ" کا حساب کر کے خود زکوٰۃ کی رقم کا تعین کرے گا اور یہ رقم رضاکارانہ طور پر زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرائے گا یا اپنی مرضی سے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دے گا۔

۲۔ اموالِ ظاہرہ پر زکوٰۃ حکومت خود وصول کرے گی۔ اس وصولی کے وقت حسبِ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے گا۔

ا۔ کسی بینک یا مالیاتی ادارے میں ایک ہزار روپے تک جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

ب۔ کرنٹ اکاؤنٹ (CURRENT ACCOUNT) رکھنے والوں کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ خود اپنی زکوٰۃ کا تخمینہ لگائیں اور مطلوبہ رقم زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرادیں یا اپنی مرضی سے مستحق افراد میں تقسیم کردیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ باقی تمام حسابات (ACCOUNTS) پر اڑھائی فیصد کی شرح سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

ج۔ تمام پرائیویٹ اور پبلک لمیٹڈ کمپنیوں پر ماسوائے ان کمپنیوں کے جن کے حصص سو فیصدی حکومت کے پاس ہیں زکوٰۃ واجب الادا ہو گی، جن کی تفصیلات آرڈر میں دی گئی ہیں۔

د۔ عمارتوں، دکانوں اور مکانوں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ البتہ ان کے کرایہ وغیرہ سے "صاحب نصاب" شخص کو جو بچت حاصل ہوگی وہ اس پر زکوٰۃ ادا کرے گا۔

ر۔ زکوٰۃ کے لئے جن اثاثوں کی اطلاع حکومت پاکستان کو دی جائے گی وہ صیغہ راز میں رکھی جائے گی اور کسی اور مقصد کے لئے اس شخص کے خلاف استعمال نہیں کی جائے گی۔

س۔ زکوٰۃ میں جو رقم دی جائے گی وہ انکم ٹیکس کی تشخیص کے لئے شمار نہیں ہوگی۔

ص۔ جن اثاثوں پر حکومت زکوٰۃ وصول کرے گی وہ دولت ٹیکس (WEALTH TAX) کی تشخیص سے بھی مستثنیٰ ہوں گے۔

ط۔ عشر کی شرح شریعت میں یہ مقرر کی گئی ہے کہ بارانی زمین کی پیداوار کا دس فیصد اور چاہی یا نہری زمین کی پیداوار کا پانچ فیصد ادا کیا جائے۔ حکومت بارانی، چاہی اور نہری زمینوں کی پیداوار پر پانچ فیصد کے حساب سے عشر وصول کرے گی اور بارانی زمینوں والے باقی پانچ فیصد اپنی مرضی کے مطابق مصارف زکوٰۃ پر خرچ کریں گے۔

عشر ان مالکان اراضی سے وصول کیا جائے گا جن پر یہ شرعی لحاظ سے واجب ہوتا ہے۔ مزارعین کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنی کمائی میں سے عشر کی رقم رضاکارانہ طور پر حکومت کے مقرر کردہ کھاتے میں جمع کرا دیں یا خود مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

عشر کی ادائیگی کے ساتھ ہی مالیہ معاف ہو جائے گا۔ البتہ آبیانہ جاری رہے گا۔

زکوٰۃ اسی سال یکم جولائی سے اکٹھی کی جائے گی جبکہ عشر کا اطلاق آئندہ فصل خریف یعنی اکتوبر ۱۹۷۹ء سے ہوگا۔

زکوٰۃ اور عشر کے بقایا جات مالیئے کی طرح وصول کئے جائیں گے۔

زکوٰۃ اور عشر کا اطلاق غیر مسلم اقلیتوں پر نہیں ہوگا۔

خواتین و حضرات!

امیر اور غریب میں تفریق کو کم کرنا اور غربا و مساکین کا خیال رکھنا اسلامی معاشرے کا اہم جزو ہے اور یہی اس حکومت کی پالیسی کا بنیادی ستون ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کا نظام ہمیں ایسے وسائل مہیا کرے گا، جن کے صحیح مصرف سے غریب عوام کی

فلاح و بہبود کے امکانات پیدا ہوں گے۔ اس نظام کو نافذ کرنے کے لئے زکوٰۃ کی وصولی اولین امر ہے جس میں کچھ وقت لگے گا۔ جب تک یہ رقم جمع نہیں ہوجاتی اس کارِ خیر کا آغاز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ فوری طور پر اس کام کے لئے ایک رقم مختص کردی جائے۔ اس سلسلے میں میں یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ۲۲۵ کروڑ روپے کی خطیر رقم سے زکوٰۃ فنڈ کا آغاز کر رہے ہیں جس میں حکومت کے عطیے کے علاوہ جلالۃ الملک شاہ خالد بن عبدالعزیز، ولیعہد شہزادہ فہد بن عبدالعزیز اور متحدہ عرب امارات کے حکمران ہزہائی نیس شیخ زید بن سلطان النہیان نے گراں قدر رقوم مہیّا کی ہیں۔ میں اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ رقم زکوٰۃ فنڈ کے ابتدائی سرمائے کا کام دے گی جس میں زکوٰۃ اور عشر کی رقوم سے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ جونہی انتظامی مشینری عمل میں آئے گی، اس میں سے اخراجات بھی شروع ہوجائیں گے، مگر اخراجات فنڈ کی مستقل آمدنی کے تناسب سے ہوں گے تاکہ یہ فنڈ خود کفیل رہے۔

میں تمام اہلِ وطن، خاص طور پر صاحبِ حیثیت لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دل کھول کر اس فنڈ میں زکوٰۃ، صدقات اور عطیات دیں تاکہ اس رقم کو کارِ خیر پر خرچ کیا جاسکے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری قوم اس دینی اور ملّی فریضے کو انجام دینے کے لئے بھرپور حصّہ لے گی۔ اب میں چند باتیں زکوٰۃ کے مصرف کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

زکوٰۃ کا مصرف

۱۔ زکوٰۃ اور عشر کے مجوزہ نظام کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ مقامی کھاتے میں جمع شدہ رقم کا ۵۰ فیصد اسی گاؤں یا محلے یا دیہہ میں خرچ کیا جائے گا، جہاں سے یہ رقم حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ یہ رقم مقامی لوگ ہی خرچ کریں گے جن کا انتخاب خود محلے گاؤں یا دیہہ والے ان کی اچھی شہرت یا اعلیٰ کردار کی بناء پر کریں گے۔ یہ نیک اور خدا ترس لوگ یقیناً بیواؤں، یتیموں، مسکینوں اور حاجت مندوں کا خیال رکھیں گے اور اپنے علاقے کی جائز ضرورتوں کو پورا کریں گے۔ البتہ حاجت مندوں کی مالی امداد کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ لوگوں میں مفت خوری کی عادت نہ پڑ جائے بلکہ کوشش یہ ہوگی کہ اس پیسے سے حاجت مندوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دی جائے تاکہ وہ دوسروں کے محتاج نہ رہیں اور معاشرے کے صحت مند رکن بن جائیں۔ جب بلدیاتی اداروں کے انتخابات ہو جائیں گے تو یہ کار خیر بھی انہیں کے سپرد کیا جا سکے گا۔

۳۔ زکوٰۃ اور عشر سے جمع ہونے والی رقم کا جو ۲۵ فیصد صوباتی کھاتے میں جمع کیا جائے گا اسے صوباتی زکوٰۃ کونسل ان علاقوں پر خرچ کرے گی جہاں زکوٰۃ یا عشر سے جمع ہونے والی رقم کم ہو اور حاجت مند زیادہ ہوں۔

۴۔ اسی طرح مرکزی کھاتے میں جمع شدہ رقوم بھی مرکزی زکوٰۃ کونسل کی

ہدایت کے مطابق صوبائی اور مقامی کھاتوں میں ان کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے منتقل کی جائیں گی۔

اس سلسلے میں حکومت نے دو باتوں کا تہیہ کر رکھا ہے۔ پہلی بات یہ کہ زکوٰۃ کی ایک ایک پائی صرف ان مدوں پر خرچ ہو جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ دوسری یہ کہ یہ رقم ایسے ہاتھوں سے خرچ ہو جن پر لوگوں کا پورا پورا اعتماد ہو۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مقامی کھاتے سے لے کر مرکزی کھاتے تک زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے صرف کا باقاعدہ حساب رکھا جائے گا جس کا معروف طریقے سے آڈٹ کیا جائے گا اور اس کی سالانہ رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی جائے گی۔

زکوٰۃ اور عشر کا قانون بناتے وقت ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ شریعت کے منشاء کو پورا کریں اور موجودہ تقاضوں کو سامنے رکھ کر ایک مؤثر نظام وضع کریں، لیکن چونکہ ہماری تاریخ میں یہ تجربہ پہلی بار ہو رہا ہے اس لئے میں اسے زیادہ جامع اور مؤثر بنانے کے لئے مسودے کی شکل میں آج قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں تمام اہل وطن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی رائے اور تجاویز سے حکومت پاکستان کی وزارتِ مالیات کو مطلع کریں۔ یہ تجاویز ۳۰ ر اپریل تک بھیجی جاسکتی ہیں۔ ان تجاویز کی روشنی میں حسب ضرورت اس مسودے میں ترمیم کی جائے گی جس کے بعد اسے یکم جولائی ۱۹۷۹ء سے نافذ کر دیا جائے گا۔ دریں اثناء مرکزی زکوٰۃ کونسل کی تشکیل کی جائے گی۔ ایڈمنسٹریٹر جنرل مقرر کیا جائے گا اور ہر صوبے میں کمیٹیاں بنائی جائیں گی۔ جن کا اولین کام اپنے اپنے علاقوں میں زکوٰۃ کے مستحق افراد کی فہرستیں تیار کرنا ہوگا۔

زکوٰۃ اور عشر کے بارے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم سب جو اللہ

اور رسولؐ کے ماننے والے ہیں زکوٰۃ اور عشر کو اللہ کا حکم سمجھ کر مانیں۔ انہیں مروجہ مفہوم میں ایک اور ٹیکس نہ سمجھیں اور اپنی کمائی میں سے شریعت کا مقرر کردہ حصّہ بخوشی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرائیں۔ اس طرح ہم نہ صرف ایک رفاہی کام میں ہاتھ بٹائیں گے بلکہ ایک عبادت ادا کر کے ثواب بھی کمائیں گے اور اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کریں گے۔

زکوٰۃ اور عشر کا ذکر کرتے ہوئے میرا دھیان ہمارے انکم ٹیکس کے موجودہ نظام کی طرف بھی ہے جس سے ٹیکس دینے والوں کو بہت سی جائز شکایات ہیں کیونکہ یہ نظام بہت پیچیدہ اور فرسودہ ہے، اس کو سادہ، عام فہم اور رفاہی (BENEVOLENT) بنانے کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

قومی معیشت

میں نے کئی بار ملکی معیشت کی بدحالی کا ذکر کیا ہے۔ معیشت کو تباہ کرنے میں جہاں بہت سے عناصر کا ہاتھ ہے وہاں قومیانے کی پالیسی کا بھی بہت دخل ہے جس کا ماضی میں جا و بے جا استعمال کیا گیا۔ اسلام میں مملکت اور فرد دونوں کو ملکیت کا حق حاصل ہے اور پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر ایک ہی گاڑی کے دو پہیئے ہیں۔ جب تک یہ دونوں باہمی ربط اور توازن کے ساتھ کام نہیں کرتے قوم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔

موجودہ حکومت نے پرائیویٹ سیکٹر کو قومی معیشت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں، لیکن بعض صنعت کاروں کو اب بھی یہ خدشہ ہے کہ پتہ نہیں کب موجودہ یا آئندہ حکومت پھر ان کی املاک کو بلاجواز یا بلامعاوضہ

قومی تحویل میں لے لے۔ ان خدشات کو دور کرنے کے لئے ہم آئینی تحفظ دے رہے ہیں جس کا اعلان آج کیا جارہا ہے۔ اس آئینی تحفظ میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ آئندہ کوئی صنعتی ادارہ معقول معاوضہ ادا کئے بغیر قومی ملکیت میں نہیں لیا جاسکے گا۔ اس آئینی تحفظ سے نہ صرف نجی شعبے میں سرمایہ کاری کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ قومی مقاصد حاصل کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

خواتین و حضرات!

اسلام کے معاشی نظام کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ معاشرے کو سود کی لعنت سے پاک کیا جائے۔ ہم یہ کام پوری تندہی سے کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کا حصول بتدریج ہی ممکن ہے۔ مجھے یہ اعلان کر کے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ آئندہ مالی سال سے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سود کی بجائے کرائے میں شراکت کی بنیاد پر مالی وسائل فراہم کرے گی۔ یہ سہولت صرف انہی مکانوں کے لئے دستیاب ہوگی جن کا تعمیر شدہ رقبہ (COVERED AREA) ۲۲۵۰ مربع فٹ سے زیادہ نہ ہو۔ قرضے کی انتہائی حد ایک لاکھ روپے ہوگی۔

حکومت کی طرف سے ہر سال اس کام کے لئے جو رقم مختص کی جائے گی۔ اس میں سے ہی یہ قرضے دیئے جائیں گے۔ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن چھوٹے مکان بنانے والوں کی ضروریات پوری کرنے کو ترجیح دے گی۔

اس طریقۂ کار سے سرکاری تعاون سے مکان بنانے والوں کا مالی بوجھ بہت کم ہو جائے گا۔ آج کل کی شرح کے مطابق جو شخص اس کارپوریشن سے ایک لاکھ روپے قرض لیتا ہے وہ بیس سالوں میں مع سود دو لاکھ ۹۳ ہزار روپے ادا کرتا ہے۔ نئی سہولت کے تحت یہی رقم اس عرصہ میں تقریباً ایک لاکھ ستاسی ہزار روپے واجب الادا ہوگی۔

مجھے قوی امید ہے کہ اس سہولت کے ملنے سے کئی غریب لوگوں کو سر چھپانے کے لئے جگہ مل جائے گی۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں یہ اعلان بھی کیا تھا کہ وزارتِ مالیات کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایسا طریقہ وضع کرے کہ این آئی ٹی اور آئی سی پی پر سود کی بجائے شراکتی سرمائے کی بنیاد پر کام کیا کریں۔ متعلقہ وزارت نے اس کا منصوبہ تیار کر لیا ہے جس کی حکومت نے منظوری دے دی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت آئندہ یکم جولائی سے این آئی ٹی مکمل طور پر اور آئی سی پی اجتماعی باہمی فنڈز یعنی (MUTUAL FUNDS) کی حد تک سود کی بجائے شراکتی سرمائے کی بنیاد پر کاروبار کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ملک میں کم از کم دو ایسے ادارے موجود ہیں جن میں لوگ سود کی لعنت کے بغیر بھی منافع بخش طریقے سے اپنا سرمایہ لگا سکتے ہیں۔

معزز خواتین و حضرات!

ابھی تک میں نے ان معاشی اور رفاہی باتوں پر زیادہ زور دیا ہے جن کا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اب میں مختصراً ان تعزیری پہلوؤں کا ذکر کروں گا جو اسلام کے ضابطۂ حیات کا حصّہ ہیں:۔

حدود

قرآن مجید اور سنت رسولؐ میں مختلف جرائم کے لئے سزاؤں کی جو انتہائی صورت درج ہے اسے 'حد' کہتے ہیں۔ یہ حدود صرف چار ہیں:۔

۱۔ شراب نوشی

۲۔ زنا

۳- چوری

۴- قذف یعنی الزام تراشی

۱- شراب نوشی

ا- شراب نوشی ایک ایسی برائی ہے جو بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آج سے پورے ملک میں شراب نوشی ممنوع قرار دی جاتی ہے۔ غیر مسلم پاکستانی اپنی مذہبی تقریبات کے موقع پر اور غیر ملکی اپنے سفارت خانوں اور اپنی رہائش گاہوں کی حد تک اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

ب- شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کے استعمال کے ساتھ ساتھ ان کی تیاری، ان کو قبضہ میں رکھنا، ان کی خرید و فروخت اور درآمد و برآمد بھی ممنوع ہو گی۔ البتہ طبّی اور سائنٹیفک مقاصد کے لئے حکومت سے کسی نشہ آور کیمیاتی مواد تیار کرنے کی اجازت حاصل کی جا سکے گی۔

۲- زنا

زنا ایک ایسی لعنت ہے جس کی اسلام سمیت تمام مذاہبِ عالم نے مذمت کی ہے۔ آج سے اس جرم کی اسلامی سزا نافذ کر دی گئی ہے۔ اس کا اطلاق ہر طرح کی بدکاری پر ہو گا، خواہ اس میں فریقین کی رضامندی کا دخل ہو یا نہ ہو۔

۳- چوری اور ڈاکہ زنی

چوری اور ڈاکہ زنی کی سزائیں تقریباً ہر معاشرہ میں مقرر ہیں جن کا مقصد دوسرے لوگوں کو عبرت دلانا اور مجرموں کی حتی الامکان اصلاح کرنا ہے۔ جن ممالک میں یہ اسلامی سزائیں رائج ہیں وہاں ان جرائم کا بڑی حد تک انسداد

ہو گیا ہے۔

۴۔ "قذف" یا الزام تراشی

اسلام نہ صرف جان اور مال کی حفاظت کرتا ہے بلکہ انسانی عزت و آبرو کو بھی تحفظ بخشتا ہے۔ اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو سنگین الزامات کے جھوٹے بہتان سے محفوظ رکھا جائے۔

ان چاروں جرائم کی جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ "حدود" کہلاتی ہیں اور یہ انتہائی سزا صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب جرم ثابت کرنے کے لئے شریعت کی مقرر کردہ شرائط پوری ہو جائیں۔

مجھے امید ہے کہ ان اقدامات سے شریعت کے مقاصد حاصل کرنے میں مدد ملے گی جن میں شہریوں کے جان، مال اور عزت کی حفاظت سرفہرست ہے جو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرہ تشکیل دینے کے لئے ضروری ہے۔

خواتین و حضرات!

قوانین چار نافذ کئے جائیں یا چار سو، معاشرہ جرائم سے اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شہری خود اپنی اصلاح نہ کرے۔ میں جب اسلام پر زور دیتا ہوں تو میری مراد یہی ہوتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ہر باشندہ اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنی اصلاح خود کرے تاکہ اجتماعی طور پر ملک اور معاشرہ سدھر جائے۔

مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ ہر پاکستانی کو توقع ہے کہ نظام اسلام آتے ہی جرائم ختم ہو جائیں گے اور اگر کوئی جرم کرے گا بھی تو ہماری انتظامیہ اور عدلیہ کا نظام ایسا مستعد ہو گا کہ بروقت اور سہل طریقے سے انصاف مل جائے گا۔

بلاشبہ ہماری منزل بھی یہی ہے، لیکن اسے پانے کے لئے ہم سب کو انفرادی اور اجتماعی طور پر کوشش کرنی ہوگی اور اس جدوجہد میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔

پولیس کی اصلاح

اس سلسلہ میں پولیس کی اصلاح بھی ایک اہم قدم ہے جس کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے جا رہے ہیں :۔

۱۔ پولیس کے لئے ایک جامع ضابطۂ اخلاق بنایا گیا ہے جو اسلامی تعلیمات، ملکی آئین اور مختلف قوانین کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ محکمہ پولیس کا ہر ایک فرد اس ضابطے کا پابند ہوگا۔

۲۔ پولیس کی تنظیم نو کی جائے گی جس کے تحت سراغرسانی (ڈیٹیکٹو) اور واچ اینڈ وارڈ کے شعبے الگ الگ ہوں گے۔

۳۔ ہر پولیس افسر کی قابلیت اور کارکردگی کا معیار یہ ہوگا کہ وہ جرائم کی روک تھام میں کہاں تک کامیاب ہے اور اس کے علاقہ میں امن وامان کی حالت کیسی ہے۔

۴۔ آئندہ فوجداری مقدمات کی پیروی پولیس کا کام نہیں ہوگا بلکہ یہ ذمہ داری ایک اور خود مختار ادارے کو سونپی جائے گی۔

۵۔ پولیس کی بھرتی، ٹریننگ، ریسرچ اور تفتیش کی سہولتوں اور رسل و رسائل کے انتظام کو بہتر بنایا جائے گا۔ ٹریننگ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اخلاقی پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

اگر پولیس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہر فرد خود تھوڑی بہت اپنی

اصلاح کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بہتر معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ مثلاً نماز ہی کے فلسفہ کو لیجئے۔ نماز انسان کو برائیوں سے دور اور جسمانی اور روحانی لحاظ سے پاکیزہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہر روز پانچ مرتبہ حاضری اس بات کی ضمانت ہے کہ انسان ظاہری اور باطنی آلودگی سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خود باقاعدگی سے نماز قائم کرے اور اپنے گھر والوں اور دوسرے زیر اثر لوگوں کو نماز کی تلقین کرے۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی بھی اشد ضروری ہے کیونکہ یہ سب ارکان ایک اجتماعی ضابطے اور ایک صالحہ معاشرہ کا ایک حصہ ہیں۔

سادگی پر زور

اس اجتماعی ضابطے کا ایک اہم پہلو سادگی ہے۔ لباس میں سادگی، عادت میں سادگی اور بود و باش میں سادگی۔ میں توقع کروں گا کہ سرکاری محکموں سمیت ہر شعبۂ زندگی میں سادگی میں اپنایا جائے گا جس کی مثال متعلقہ شعبوں کی سرکردہ ہستیوں اور سربراہوں کو قائم کرنی چاہیئے۔

عید میلاد النبیؐ کے مبارک موقع پر تمام قیدیوں کی سزاؤں میں ایک ماہ کی معافی کا اعلان کرتا ہوں۔

تقریر ختم کرنے سے پہلے میں اہل وطن کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نظام اسلام کی ہمارے ملک میں باقاعدہ ابتداء ہو گئی ہے جس کے وہ برسوں سے منتظر تھے۔ میں ان سے یہی درخواست کروں گا کہ وہ آج ۱۲ ربیع الاوّل

کے مبارک موقع پر عہد کریں کہ وہ اپنی ذاتی رنجشوں اور سیاسی رقابتوں سے بالاتر ہوکر اس تجربے کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ مجھے اپنے ہم وطنوں کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عوام جو اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے گریز نہیں کرتے یقیناً اس تجربہ کو بھی کامیاب بنا دیں گے۔

مجھے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق پر بھروسہ ہے اور مجھے پورا یقین ہے وہ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے گا اور مزید اقدامات کے لئے ہمیں قوت، حوصلہ اور توفیق بخشے گا۔ آمین!

آج وہ مبارک دن ہے جب اس کرۂ ارض پر ایک عظیم ہستی نے جنم لیا اور بنی نوع انسان کی تقدیر بدل دی۔ اس ہستی کے یوم ولادت پر آج ہم اسلامی نظام نافذ کر رہے ہیں۔ جس سے انشاء اللہ ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔ کایا پلٹنے کا دارومدار ہمارے اپنے کردار اور کوشش پر ہے کیونکہ کوئی بھی نظام انسان کی رہنمائی تو کر سکتا ہے اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ اپنے کردار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں اختیار دیا ہے، اب اس کے امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آج کے بعد ہمارے کردار میں کوئی مثبت تبدیلی آتی ہے یا نہیں۔ مجھے اپنی قوم سے بہت سی توقعات ہیں۔ مجھے اس کی طاقت کا بھی اندازہ ہے۔ مجھے پوری طرح احساس ہے کہ جو قوم تحریکِ پاکستان اور تحریک نظام اسلام میں سرخرو ہوئی وہ اب انشاء اللہ قیام نظامِ اسلام میں بھی کامیاب ہوگی۔

اسلام زندہ باد!

پاکستان پائندہ باد!

پریس کانفرنس سے خطاب

۱۰؍ فروری ۱۹۷۹ء

۱۲؍ ربیع الاوّل (دس فروری ۱۹۷۹ء) کی تقریب سعید پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے حدود قوانین اور نظام زکوٰۃ وعشر کے نفاذ کا اعلان کیا۔ تقریب کے بعد صدر پاکستان نے ایک پریس کانفرنس کی۔ صحافی حضرات کے سوالات کا جواب دینے سے قبل جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے مختصر بیان میں اسلام کے فلاحی اور تعزیری نظام کا فلسفہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں سخت سزائیں اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ جرائم کا سدباب ہو سکے۔ جہاں بھی یہ نظام رائج ہے وہاں جرائم کا ارتکاب بہت ہی کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب میں اسلام کا بہت متعصبانہ اور غیر حقیقت پسندانہ تصوّر قائم ہے۔

سوالات کا جواب دیتے ہوئے صدر پاکستان نے وضاحت کی کہ پاکستان میں کسی ایک فرقے کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کا نظام رائج کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ زکوٰۃ وعشر کی مد میں وصول ہونے والی رقم صرف شریعت کے احکامات کے مطابق صرف کی جائے گی۔

پریس کانفرنس میں وزیر خزانہ جناب غلام اسحاق خان اور وزیر قانون جناب اے۔ کے بروہی نے بھی سوالات کے وضاحتی جواب دیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

صحافی حضرات!

السلام علیکم میں اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آج پھر آپ سے مخاطب ہوں۔ مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ آپ کے ذہن میں سوالات ابھر رہے ہیں۔ میرے مختصر سے بیان کے بعد آپ جتنے سوالات پوچھنا چاہیں پوچھ لیں۔

مجھے صرف آپ سے اتنا کہنا ہے کہ آج کے دن کی اہمیت کے پیش نظر سوالات صرف قوانین کے بارے میں کئے جائیں، لیکن اگر آپ یہ محسوس کریں کہ کوئی سوال رہ گیا ہے تو آپ اسے ضرور پوچھیں۔ میں انشاء اللہ آپ کو تشفی بخش جواب دوں گا۔

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مغرب میں اسلام کو غلط طور پر سمجھا جاتا ہے۔ آپ وہاں اسلام کا نام لیں تو وہاں کے رہنے والوں کے ذہن میں فوراً یہ خیال آئے گا کہ مسلمان جوق درجوق جہاد کی غرض سے ان ممالک میں وارد ہو رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اسلام کو مغرب میں بالکل غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے

ایک غلط تصویر ابھری ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں رحمت ہی رحمت ہے۔ یہ صحیح معنوں میں مذہب ہی نہیں بلکہ یہ ایک نظریہ زندگی ہے۔ یہ آپ کے تمام اعمال کا احاطہ کرتا ہے، یہ آپ کو رحم کرنا سکھاتا ہے، آپ کو انصاف کا درس دیتا ہے، آپ کو آپ کے فرائض بتاتا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ آپ کو بتاتا ہے کہ ایک باپ کے فرائض کیا ہیں، بیٹے کے کیا فرائض ہیں، شوہر کے فرائض کیا ہیں اور بیوی کے کیا فرائض ہیں۔ ریاست پر شہریوں کے کیا فرائض ہیں۔ ریاست کے کاروبار کو کس طرح چلنا چاہیئے۔ ایسا کوئی انسانی عمل نہیں جس کا اسلام نے احاطہ نہ کیا ہو۔

اسلام ایک ترقی پسند دین ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قوانین آئے ہیں وہ انسانی ترقی کے ضامن ہیں۔ وہ پرانے نہیں ہو سکتے۔ ایک سخت سے سخت کافر بھی تکلیف کے وقت اللہ ہی کو یاد کرتا ہے۔ اس طرح دنیا میں کفر بھی ایک محدود حد تک ہے۔ ہر وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طرزِ زندگی کو اپناتا ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ اُسے تمامتر اور صحیح طریقے سے اپنائے۔ کوئی کسی خاص پہلو پر نہ زیادہ زور دے سکتا ہے اور نہ کم۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے ایک خاص طرز زندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اسلام کے قوانین حدود کو زیادہ تشہیر ملتی رہی ہے۔ اس طرح یہ غلط خیال پھیل گیا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں لوگوں کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، لوگوں کو ننگا کر کے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مثالی سزائیں دیتا ہے۔ آپ اگر ان سزاؤں کے پیچھے جو فلسفہ کارفرما ہے، اس پر غور کریں تو اپنے دل میں اس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ واقعی یہ سزائیں انسانوں کے لئے کتنی اچھی ہیں مجھے پورا یقین ہے کہ آج کے موجودہ دور

میں بھی صحیح قسم کی چھڑی ہی ایسی ہے جس کی زبان ہر کوئی سمجھتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ہر وقت اپنے ہاتھ میں چھڑی رکھیں، لیکن کبھی کبھی اس کی مدد سے بڑی سے بڑی مشکلات دور کی جاسکتی ہیں جو بعد میں کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھیں۔

یہاں پر میرے ساتھ بہت سے مشیر جمع ہیں جن کا تعلق مالیات، قانون، مذہبی امور اور اسلام سے ہے جس سوال کا جواب میں دینا چاہوں گا، دوں گا۔ اگر میں سمجھوں گا کہ ہمارے مشیروں میں کوئی اس کا بہتر جواب دے سکتا ہے تو میں اسے کہوں گا کہ وہ جواب دے۔ آج میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں جو سوالات ہیں کہ ۱۲ ربیع الاوّل (۱۰ فروری ۱۹۷۹ء) کو کیا ہوا۔ اس روز پاکستان میں آسمان نہیں ٹوٹ پڑا۔ ہم لوگوں نے صرف اللہ تعالیٰ کے بتائے اصول زندگی کو نافذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے اس ملک کے شہریوں سے اس پر عمل کرنے کو کہا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ جہاں ہم نے اسلام کے فلاحی اصولوں کو نافذ کیا ہے وہاں تعزیری قوانین بھی نافذ کئے جائیں گے جو بظاہر بڑے سخت نظر آتے ہیں، لیکن یہ تعزیری قوانین اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق عمل میں لائے جائیں گے۔ اس مختصر سے بیان کے بعد اب آپ سوالات پوچھیں۔

سوال: (بی بی سی ٹیلیویژن) اس سلسلہ میں ایک پریشانی یہ ہے کہ اسلامی قوانین کا نفاذ کس طرح موجودہ اینگلوسیکسن قوانین پر اپنے اثرات مرتب کرے گا، خاص کر بھٹو صاحب کے کیس کے ضمن میں۔

جواب: میں آپ کے سوال کا جواب تفصیل سے دینا چاہتا تھا، لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں، بھٹو صاحب کا مقدمہ زیر سماعت ہے۔ اس وقت میری

طرف سے کسی خیال کا اظہار نہ میرے لئے صحیح ہوگا اور نہ سپریم کورٹ کے لئے۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ اس سوال کو نہ پوچھیں تو بہتر ہوگا۔

سوال: (بی بی سی ٹیلیویژن) میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا ان قوانین کا اس خاص مقدمہ پر کوئی اثر ہوگا۔

جواب: بالکل نہیں۔ قتل یا خودکشی جیسے جرائم کو ابھی موجودہ اسلامی قوانین میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کسی آئندہ وقت میں شامل ہوں گے۔ سزا کی زیادہ سے زیادہ حد میں صرف ان چار قوانین کا نفاذ کیا گیا ہے جس کی حد قرآن، سنت اور شریعت نے مقرر کردی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کم سے کم سزا بھی ہے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص قانونی طور پر چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے اور وہ اس کا مجرم ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ایسی کوئی چیز نہیں کہ ایسے مجرم کی چھوٹی انگلی کاٹ دی جائے یا اسے چھ مہینے قید بامشقت کی سزا دی جائے یہ حدود ہیں اور اس طرح اسلام میں چار حدود ہیں۔ دوسری باتوں کے لئے تعزیری طریقے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ سزائیں ہیں اور کم سے کم بھی۔ ایسے قوانین کسی خاص سماج کے اصولوں کے مطابق گھٹائے یا بڑھائے جاسکتے ہیں۔

سوال: جناب، نفاذ نظام اسلام پر پورے ملک میں اتفاق ہے؟

جواب: آپ اس کا پرزور اعلان کریں۔

سوال: جناب، آپ نے ابھی فرمایا کہ نفاذ نظام اسلام پر ملک میں پورا اتفاق ہے،

لیکن جب کہ آپ جانتے ہیں مختلف مکاتب فکر میں اس پر اتفاق نہیں ہے۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ صرف ایک مکتبۂ فکر کا اسلام تو نافذ نہیں کر رہے بلکہ وہ اسلام نافذ کر رہے ہیں جس پر سب مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔

جواب: ہمارے یہاں اسلامی نظریاتی کونسل بھی ہے۔ آپ کو اس کا علم ہو گا۔ یہ تمام قوانین جو نافذ کئے گئے ہیں اسلامی نظریاتی کونسل نے ان پر مکمل غور کیا ہے اور تب اسے قانون کی شکل میں ڈھالا ہے۔ اس کے بعد وزارت قانون نے اس کی منظوری دی ہے۔ میں آپ کی اطلاع کے لئے بتا دوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل مختلف مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ہے۔ یہ قوانین جو آج نافذ کئے گئے ہیں کونسل نے متفقہ طور پر منظور کئے ہیں۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ان قوانین کی منظوری کابینہ نے بھی دی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ یہ ایک مکتبۂ فکر کا اسلام ہے۔ اسلام، اسلام ہے اور یہ ایک آفاقی طرزِ زندگی ہے۔ اگر اس میں کوئی فرق ہے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اسے مشتہر نہ کریں۔ پاکستان میں خدا کے فضل و کرم سے اسلام کے اصولوں پر مکمل اتفاق رائے ہے۔ یہ کوئی بحث طلب مسئلہ نہیں ہے۔

سوال: کیا ان قوانین کو عدالت میں جانچا جا سکتا ہے؟

جواب: ہاں۔ میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ ان قوانین کو شریعت بنچ میں جانچا جا سکتا ہے۔ اس لئے کوئی بھی فرد ان قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے یا صرف ایک فرقے کو پیش کرنے کے بارے میں ان قوانین

کو شریعت بنچ میں لے جا سکتا ہے اور اپنی تشفی کر سکتا ہے۔

سوال: کیا یہ چار حدود وہی ہیں جو سعودی عرب میں مروج ہیں یا ان میں فرق ہے؟

جواب: جیسا کہ بروہی صاحب نے کہا ہے اس مسئلہ پر کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ اسلام کے صرف آفاقی قوانین کو جاری کر رہے ہیں۔ یہ آفاقی قوانین ہیں جو سارے ممالک بلکہ تمام دنیا، ریاست، قوم اور فرقے کے لیئے یکساں طور پر نافذ العمل ہیں۔

سوال: جہاں تک زنا کا تعلق ہے مختلف مکاتب میں فرق پایا جاتا ہے؟ قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت زنا کا مرتکب ہو تو اسے سنگسار کر دیا جائے۔

جواب: ہم قرآن اور سنت پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن اور سنت دونوں کو ملا کر دیکھنا چاہیئے۔

سوال: پاکستان میں مختلف فرقے اور مکاتب فکر ہیں اہل سنت کے مطابق ہاتھ کلائی سے نیچے کاٹنا ہوتا ہے جبکہ اہل تشیع کا خیال ہے کہ صرف انگلیوں کو کاٹنا چاہیئے تو کیا آپ نے اس مسئلے پر سنی اور شیعہ علماء کا اتفاق حاصل کر لیا ہے۔

جواب: جیسا کہ میں نے عرض کیا ہمارے یہاں اسلامی نظریاتی کونسل میں شیعہ ممبران بھی ہیں۔ انہوں نے اس چیز کی طرف توجہ دلائی تھی، لیکن اجتماعی رائے کی بھی اہمیت ہے۔ اجتماعی رائے اس سزا کے حق میں ہے اور اسے ہمارے شیعہ بھائیوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ ان سزاؤں کے اطلاق کے لئے شہادت کی بڑی سخت شرطیں ہیں۔ آپ کو بھی اندازہ ہے کہ پچھلے سالوں میں کتنے لوگ چوری اور ڈکیتی جیسے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں اور کتنوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟

جواب: یہ کہنا بہت مشکل ہے۔ میں نے یہ حکم مارشل لاء آرڈر کی حیثیت سے جاری کیا ہے۔ یہ آرڈر اکتوبر ۱۹۷۷ء میں نافذ ہوا تھا۔ ابھی تک صرف دو کیسوں میں ہاتھ کاٹنے کی سفارش کی گئی ہے۔ حدود کا فلسفہ یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ہاتھ کاٹے جائیں یا انہیں سنگسار کیا جائے بلکہ اس کا مقصد لوگوں میں خوف پیدا کرنا ہے۔ اس سے جرائم کو روکنا ہے۔ حقیقت میں ہاتھ کاٹنے یا لوگوں کو سنگسار کرنے سے متعلق شہادتیں اتنی سخت ہیں کہ ان سزاؤں کا دینا تقریباً ناممکن ہے۔ جب میں یہ کہتا ہوں تو آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی قوانین ایسے ہیں جن کے تحت سزا دینا تقریباً ناممکن ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ قوانین اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف سے ہیں۔ ان قوانین کا مقصد جرائم کو روکنا ہے تاکہ ان سزاؤں کے خوف سے لوگ جرم کا ارتکاب نہ کریں اور اچھے شہری بن سکیں میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی ملک میں چاہے وہ پاکستان ہو یا کوئی اور ملک، ایک مجرم کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو آئندہ چھ ماہ کوئی چوری یا ڈاکہ زنی نہیں ہوگی۔ سعودی عرب کی مثال لے لیجئے۔ دکان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں صرف ایک دھاگا

بندھا ہوتا ہے لیکن کوئی ان میں داخل نہیں ہوتا۔ جب یہ وہاں ہوسکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں! میرے خیال میں کوئی ایسی وجہ نہیں کہ دوسری سوسائیٹیاں جرائم سے پاک نہ ہوسکیں۔

سوال : آپ نے زکوٰۃ آرڈر میں یہ واضح کردیا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کی جائے گی۔ کیا اس کا اطلاق ان عورتوں پر نہیں ہوسکتا جو اپنے خاندان کی واحد کفیل ہیں؟

جواب : میں نے کہا ہے کہ زکوٰۃ فنڈ قائم کیا جارہا ہے۔ زکوٰۃ کے سات مصارف ہیں جن کے لئے یہ فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ ان مصارف میں سے ایک مصرف یتامیٰ، غرباء، مساکین اور بیواؤں کی مدد ہے۔

سوال : بیواؤں اور یتیموں سے زکوٰۃ لینے میں کمی کی جائے گی یا نہیں؟

جواب : دیکھئے، جو بیوائیں صاحب نصاب ہیں ان کو تو زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اگر صاحب نصاب نہیں ہیں تو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک بیوہ ہے جس کی آمدنی چار لاکھ روپے ہے۔ لازمی بات ہے کہ وہ زکوٰۃ دے گی۔ ایک بیوہ ایسی ہے جسے دو وقت کی روٹی کے لئے کام کرنا پڑتا ہے، وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو زکوٰۃ اس کو دی جاسکتی ہے۔

سوال : جیسا کہ جناب بروہی صاحب نے کہا ہے آج سے جتنے قوانین بھی بنیں گے ، آئندہ کی پارلیمنٹ ان کی منظوری دے گی۔

جواب : جب میں نے یہ کہہ دیا ہے جو قوانین میں نے نافذ کئے ہیں وہ اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک میں عنان حکومت

منتخب نمائندوں کے حوالے نہیں کرتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ مجھے ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے یہ اختیار دیا ہے کہ میں قانون بنا سکتا ہوں اور ان میں ردو بدل بھی کر سکتا ہوں۔ جو قانون میں نے بنایا ہے وہ اس وقت تک نافذ رہے گا جب تک کوئی منتخب حکومت نہیں آجاتی۔ میں آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بھی اسلامی قوانین کو بدلنے یا اس کے خلاف کوئی کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ یہ ایک سیدھا سادہ جواب ہے اور آپ چاہیں تو بروہی صاحب سے بھی دریافت کر سکتے ہیں

جناب بروہی صاحب: میرا خیال ہے آپ مجھ سے اس کی وضاحت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ جب تک مارشل لاء نافذ ہے اس کے قوانین کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ یہ اس وقت تک نافذ العمل ہے جب تک کہ منتخب نمائندے نہیں آجاتے اور اس کا اطلاق ہر آرڈر پر ہوتا ہے۔ ایک حکومت کے جانے کے بعد دوسری حکومت کی اسمبلی قانون بدلنے کی مجاز ہوتی ہے۔

سوال: آپ جماعت اسلامی کو کس طرح مطمئن کر سکیں گے؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس سلسلے میں وزیر قانون اور جماعت اسلامی کے ممبروں کے بیانات سے ایک بحث کی صورت پیدا ہو گئی ہے؟

جواب: (جناب بروہی صاحب)! میرا خیال نہیں ہے کہ کوئی عام بحث کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی جواب

رفع ہو گئی ہے۔

سوال: حکومت نے یہ لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود ہی اپنے اثاثوں کا تخمینہ لگا کر زکوٰۃ کی رقم وضع کریں تو کیا یہ لوگوں کو دھوکہ دینے کا ایک موقع فراہم کرنے کے مترادف نہیں؟

جواب: نہیں۔ میں نے قوم کے سامنے ہمیشہ کچھ نئے خیالات رکھے ہیں اور عوام نے ہمیشہ اتنے مثبت ردِعمل کا اظہار کیا کہ آپ یقین نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنی تقریر میں دو مثالیں دیں۔ میں نے اپنے ہم وطنوں سے کہا کہ اگر آپ چائے پینا کم کر دیں تو ملک کو بارہ ملین ڈالر کی بچت ہو سکتی ہے۔ ابھی ہم ۱۲۰ ملین ڈالر صرف چائے کی درآمد پر خرچ کرتے ہیں۔ پچھلے چھ مہینوں میں چائے کی درآمد پر بارہ ملین ڈالر کی کمی ہوئی یہ صرف ایک مثال تھی۔

میں اب آپ کو ایک اور مثال دیتا ہوں۔ مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ میں کوئی حکم نہیں نافذ کروں گا۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد سے ہی مساجد نمازیوں سے بھرنی شروع ہو گئیں۔ اس لئے جب میں یہ کہتا ہوں کہ زکوٰۃ تین سطحوں پر جمع کی جائے گی۔ ایک گاؤں کی سطح پر جو بالکل رضاکارانہ ہو گی۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ لوگ خود ہی اڑھائی فیصد کے حساب سے اپنے اثاثہ میں سے زکوٰۃ کٹوائیں گے۔ محلہ کے ایماندار شہری زکوٰۃ اکٹھا کریں گے اور یہ رقم ضرورت مندوں پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ آپ اس رقم سے سڑک نہیں بنا سکتے، گاؤں کو بجلی نہیں پہنچا سکتے

یا جانوروں کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں بنا سکتے۔ زکوٰۃ کی رقم، صرف ان ہی مدوں پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ جو پہلے سے مخصوص کی گئی ہیں۔

صوبائی سطح پر زکوٰۃ کی کٹوتی کچھ رضاکارانہ اور کچھ امدادی (CONTRIBUTORY) طور پر کی جائے گی، لیکن ان افراد کے لئے جن کے روپے بنک میں جمع ہیں ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ فی الوقت بنک میں کوئی پانچ ہزار ملین ڈالر جمع ہیں۔ اس رقم میں سے اڑھائی فی صد زکوٰۃ وضع کرنے کے بعد خاصی رقم جمع ہو جائے گی۔ زکوٰۃ رضاکارانہ نہیں ہے، یہ فرض ہے۔ اس لئے میں نے دونوں طریقوں کو رائج کیا ہے۔ رضاکارانہ بھی اور فرض بھی۔ وفاقی صوبائی اور گاؤں کی سطح پر تین درجات بنتے ہیں یہ اکاؤنٹ ہم رکھیں گے۔ جب آپ زکوٰۃ کو خدا کا ایک حکم سمجھیں گے تو بہت کم ہی لوگ ہوں گے جو زکوٰۃ نہیں کٹوائیں گے اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے جو لوگ دھوکا دینا ہی چاہتے ہیں انہیں کوئی قانون ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا۔

جناب غلام اسحٰق خان: میں اس بات کی مزید وضاحت کر دوں، ٹیکس کے نظام میں خود کار تشخیص ایک عام صورت ہے۔ مغرب میں بھی ایسا ہی ہے۔ آمدن ٹیکس بھی اسی طرح وضع کیا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ ٹیکس کٹنے کے بعد جانچ پڑتال بھی ہے لیکن ذمہ داری حکومت کے کارندوں کے بجائے مقامی آبادی پر عائد کی گئی ہے۔ مقامی آبادی کے لوگوں کو پتہ ہونا ہے کہ کس کے پاس کتنی دولت ہے۔ اگر کوئی آدمی دھوکا

دینا چاہتا ہے تو لوگوں کی اخلاقی قوت اس کے خلاف ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ ایک مذہبی فریضہ بھی ہے۔ اگر کوئی آدمی دھوکا دینا چاہے گا تو لوگوں کے مذاق کا نشانہ بنے گا۔

سوال: کیا پاکستان کے مسلمان جو انکم ٹیکس بھی ادا کرتے ہیں انہیں زکوٰۃ میں کوئی رعایت دی جائے گی؟

جواب: اس پہلو پر ہم غور کر رہے ہیں، لیکن اس میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوگی کیونکہ زکوٰۃ بنیادی طور پر دولت ٹیکس ہے۔ یہ دوسرے ٹیکسوں کا بدل نہیں ہے۔ ہم لوگ بہرحال انکم ٹیکس کا جائزہ لے رہے ہیں اور اس کے قوانین میں کچھ حد تک لچک پیدا کی جائے گی، لیکن صرف اس لئے کہ ہم زکوٰۃ کو رائج کر رہے ہیں انکم ٹیکس بالکل ختم نہیں ہو سکتا۔ البتہ دولت ٹیکس کو نظام زکوٰۃ کے مروج ہونے کے بعد ختم کیا جا سکتا ہے۔

سوال: جناب زکوٰۃ کے پیسے کے حساب کتاب کی کیا صورت ہوگی اور کیا غیر مسلموں سے بھی زکوٰۃ و عشر وصول کیا جائے گا؟

جواب: جن لوگوں کا زکوٰۃ فنڈ کی تقسیم و انتظام سے تعلق ہے وہ ایماندار ہیں۔ اس پر جہاں تک حفاظتی اقدامات کا تعلق ہے فنڈ کو مکمل طور پر آڈٹ کیا جائے گا۔ ایڈمنسٹریٹر جنرل اور آڈیٹر اور دوسرے سطحوں صوبائی سطحوں اور مقامی سطحوں پر اس فنڈ کو چلانے والے لوگوں کے انتخاب میں ہم چھان بین سے کام لیں گے۔

جناب غلام اسحٰق خان: دولت ٹیکس کی وضاحت ضروری ہے۔ زکوٰۃ اور عشر غیر مسلموں سے نہیں لیا جائے گا اس کے علاوہ کچھ ایسی

جائدادیں بھی ہیں جس پر زکوٰۃ کا اطلاق نہیں ہوتا۔اس لئے غیر مسلم اور ایسی دولت کے ایسے مالکوں سے دولت ٹیکس وصول کیا جاتا رہے گا جو عام قانون کے تحت ٹیکس دیتے ہیں۔

سوال: جناب جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے حدود نافذ کر دیئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک معاشرے کا ہر فرد اور پورا معاشرہ بحیثیت مجموعی اپنی منزل کی طرف گامزن ہونے کے لئے نیک نامی سے کوشش نہیں کرے گا، ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔اس ضمن میں ذرائع ابلاغ کا انتہائی اہم کردار ہے۔آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اخبارات کے لئے ضابطہ اخلاق بہت جلد تیار کر لیا جائے گا اسی کا ابھی تک انتظار ہے۔وہ تیاری کے کس مرحلے میں ہے؟ کیا ہم توقع رکھیں کہ یہ ضابطہ جلد ہی بن جائے گا۔

جواب: ضابطہ اخلاق تیار ہو چکا ہے، لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اخبارات کے نکالنے اور چلانے والے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں، لیکن اس میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس میں جلد ہی کامیابی حاصل ہوگی۔

سوال: جناب اسلام کے دوسرے اقدام کب تک نافذ کئے جائیں گے؟

جواب: بہت جلد، انشاء اللہ اسلامی نظریاتی کونسل ان پر کام کر رہی ہے۔ باہر کے ملکوں کی اہم شخصیتیں اس پر کام کر رہی ہیں۔جب قوانین تیار ہو جائیں گے تو انہیں نافذ کر دیا جائے گا۔کسی قسم کی کوئی دیر نہیں ہوگی۔

سوال : کیا یہ قانون زکوٰۃ وعشر ابتداء ہے ؟

جواب : جی ہاں یہ ابتدائ ہے۔ آج جن قوانین کا اعلان ہوا ہے ان کے پیچھے شریعت کی طاقت ہے۔ اب جو کچھ آئے گا وہ اسی کی جاری شکل ہوگی۔ ہم اس کے لئے وقت کا تعین نہیں کرسکتے یہ عمل جاری رہے گا۔

سوال : میں کسی پر کوئی کیچڑ نہیں اچھال رہا ہوں، لیکن یہ ایک روایت ہے کہ ماضی میں پاکستان میں حکومت کے چلانے والے رہنما شراب پیتے رہے ہیں۔ تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا آپ کی حکومت ایسے افراد کو سزا دے گی ؟

جواب : میں کئی دفعہ اس امر کا بار بار اعلان کرچکا ہوں کہ پاکستان میں کوئی شخص بھی قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ میں خود بھی قانون سے بالاتر نہیں ہوں۔ جو شخص بھی قانون کی زد میں آئیگا، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، غریب ہو یا امیر، اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

سوال : آج سے زکوٰۃ ہزار روپے پر نہیں کاٹی جائے گی۔ آپ کو ایسے اقدامات کرنا چاہئیں جس سے لوگ اس سے بچ نہ سکیں۔ مثال کے طور پر لوگ شہری زمین خرید رہے ہیں۔ آپ نے دیہی اور شہری زمینوں کے درمیان تفریق رکھی ہے۔ کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟

جواب : وضاحت کی ضرورت نہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ یہاں سب بُرے لوگ ہی بستے ہیں۔ یہاں لوگ ایمان دار ہیں اور میں آپ کو یہ

بتادوں کہ بُرے لوگوں سے اچھے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہمیں بُرے لوگوں سے نمٹنے کا طریقہ بھی آتا ہے۔ حفاظتی اقدامات کئے جاچکے ہیں۔

سوال: میرا سوال اب ان باتوں سے کچھ الگ ہے۔ ہم ملک میں کب تک انتخابات کی توقع کر سکتے ہیں؟

جواب: انتخابات کرنے کا ہم تہیّہ کر چکے ہیں۔ انتخابات وعدہ کے مطابق وقت پر ہوں گے۔ اس وقت میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔

سوال: کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ زکوٰۃ فنڈ میں پاکستان میں کتنی رقم اکٹھی ہوئی ہے اور باہر کے ملکوں سے کتنی؟

جواب: مجھے افسوس ہے میں نہیں بتا سکتا کیونکہ قانون کے مطابق زکوٰۃ میں دائیں ہاتھ کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بائیں ہاتھ نے کیا دیا۔ اس لئے صرف میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ رقم ۲۲۵ ملین ڈالر ہے۔ یہ کس طرح اکٹھی ہوگئی یہ نہیں بتایا جاسکتا۔

میں آپ لوگوں کا بہت ممنون ہوں کہ آپنے مجھے بات چیت کا موقع دیا۔ کچھ سوالات بہت اچھے تھے۔ میں آخر میں پھر آپ سے کہوں گا کہ پاکستان میں اسلام کے دوبارہ ابھرنے سے مغرب کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلام ایک رحمت ہے۔ اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو امن کی ترغیب دیتا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ اسلام کی صحیح اور سچی تصویر پیش کریں گے۔

مقابلۂ حسنِ قرأت کی تقریب سے خطاب

۱۲ر فروری ۱۹۷۹ء

۱۲ر فروری کو وزارتِ مذہبی امور کے زیرِ اہتمام مقابلۂ حسنِ قرأت منعقد ہوا۔ پہلے یہ مقابلے صوبائی سطح پر منعقد ہوئے اور ان میں امتیاز حاصل کرنے والوں کا آخری مقابلہ لیاقت ہال، راولپنڈی میں ہوا جس میں سات قاریوں نے شرکت کی۔

سعودی عرب کے سفیر عزّت مآب شیخ ریاض الخطیب، مصر کے سفیر عزّت مآب خلیفہ عبدالعزیز مصطفیٰ اور مراکش کے عالم دین پروفیسر عمر بہا الامیری نے ججوں کے فرائض انجام دیئے۔ اس مقابلے میں پہلا انعام قاری صداقت علی، دوسرا انعام قاری عبدالجبار اور تیسرا انعام قاری بزرگ شاہ نے حاصل کیا۔

اپنے مختصر خطاب میں صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اس مبارک محفل کا اہتمام کرنے پر وزارتِ مذہبی امور اور مقابلے میں شریک ہونے والے قاری حضرات کو مبارکباد پیش کی۔ جج حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حاضرین کا فیصلہ بھی تقریباً وہی تھا جس کا جج صاحبان نے اعلان کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ٥

معزز خواتین و حضرات !

مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ پاکستان میں ماشاء اللہ بڑے اچھے اچھے قاری ہیں اور اگر اس قسم کے مقابلے ہوتے رہے تو اس فن کی انشاء اللہ اور حوصلہ افزائی ہوگی ۔ مجھے امید ہے کہ اہل پاکستان انشاء اللہ اس کی طرف خاص رجوع کریں گے ۔

میں جناب نوابزادہ صاحب کا اور باقی تمام حضرات کا ، خاص طور پر جج صاحبان کا مشکور ہوں جنہوں نے اس محفل کو اچھے طریقے سے منعقد کیا اور جو جج صاحبان تشریف لائے ہیں میں ان کا بھی مشکور ہوں کہ ان کا فیصلہ متفقہ طور پر تھا اور ہم سب کا فیصلہ بھی تقریباً اسی کے مطابق ہے ۔ میں آپ حضرات کا بہت مشکور ہوں ، نوازش ؛ والسلام علیکم ۔

پریس کے نمائندوں سے بات چیت

۱۵ر فروری ۱۹۷۹ء

حدود قوانین اور زکوٰۃ وعشر کے نظام کا خاکہ ۱۰ر فروری کو پیش کیا گیا جس کے بعد صدر پاکستان نے پریس کانفرنس میں ان کی شاہراہ قائد اعظم پر میاں میر کے پل کا افتتاح کرنے کے بعد وضاحت کی۔ ۱۵ر فروری کو لاہور میں پریس کے نمائندوں سے گفتگو کی جس میں زیادہ تر سوال اسلامی اقدامات اور انتخابات کے بارے میں تھے۔ صدر پاکستان نے کوئی ابتدائی بیان دینے کی بجائے پریس کے نمائندوں کے مختلف سوالات کے جواب دیئے۔

سوال عموماً حدود قوانین اور زکوٰۃ وعشر کے نظام کے بارے میں تھے، جن کا صدر پاکستان نے وضاحت سے جواب دیا اور مستقبل کا نقشہ پیش کیا۔ اسلامی تعزیرات کے بارے میں صدر پاکستان نے کہا کہ اسلام کا مقصد سخت سزائیں دینا نہیں بلکہ ایسا ماحول تخلیق کرنا ہے جس میں ارتکاب جرم کا کم سے کم امکان ہو۔ سیاسی شعبے میں انہوں نے بتایا کہ وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں سے پہلے لوکل باڈیز کے انتخابات کرائے جائیں گے جو غیر جماعتی بنیادوں پر ہونگے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ○

صحافی حضرات!

السلام علیکم۔ میاں میر کا پل دیکھ کر میری طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ لاہور مزید ترقی کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ بجائے اس کے کہ میں کوئی ابتدائی بیان دوں بہتر یہی ہے کہ آج کی پریس کانفرنس کا آغاز آپ حضرات کے سوالوں سے ہو۔

سوال: جناب چار تعزیرات نافذ کی گئی ہیں۔ اس میں سے ایک یہ ہے کہ چار سو روپے کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے، لیکن اس میں سمگلر اور چور بازاروں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ جرائم زیادہ سنگین ہیں۔

صدر: اسلام نے آپ کو ایک اصول دیا ہے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا تعین کر دیا گیا ہے اور ان کی بالکل وضاحت کر دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے تعزیراتی پہلو ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر چیز کا ذکر

قرآن میں آئے مثلاً سمگلرز بھی اس میں آجائیں۔ اس میں چوری اور ڈاکہ زنی کی سزا دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تعزیراتی پہلو جو ہیں ان کا ذکر تعزیرات میں آئے گا۔ اسلامی قانون میں آئے گا۔ تعزیراتی قوانین (PENAL CODE) کے جو حصے ہیں اور جن کا جس کے ساتھ تعلق ہے اس کو ہم رد و بدل کر کے اسلام کے قالب میں ڈالیں گے۔ یہ چیزیں اس میں پوری ہو جائیں گی۔ سوال یہ ہے کہ وہ دونوں بھی چور ہیں کہ نہیں اب یہ فلسفیانہ بحث ہو جاتے گی۔ شریعت بنچ کے سامنے امید ہے کوئی نہ کوئی وکیل کہے گا کہ آپ نے چار سو روپے کی چوری کرنے والے کا تو ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے، دوسرے چوروں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ وہ بھی تو چور ہیں۔ ابھی تو ہم نے پہل کی ہے اور ہم بڑی احتیاط سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تجربہ ہم پہلی دفعہ کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم جوش میں دوڑتے جائیں اور آگے لڑکھڑا جائیں۔ اس لئے ہمیں دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ضروری نہیں کہ چار سو روپے چوری کی سزا میں سب سے پہلے چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ جو چیز زیادہ مشتہر کرنے والی ہے وہ ہے اسلام کا نظام عدل اس میں چھوٹا اور بڑا سب برابر ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ چوری اور ڈکیتی کو اللہ تعالیٰ نے بہت سنگین قسم کے جرائم میں شمار کیا ہے۔ کُل چار حدود ہیں اور چوری ان میں سے ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سنگین ترین جرائم میں سے ایک جرم ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلام سزا کی طرف زیادہ توجہ نہیں بلکہ جرم کو روکنے اور اصلاح معاشرہ کی طرف

زیادہ توجہ دیتا ہے کیونکہ جس وقت آپ یہ سوچیں گے کہ مجرم کو کس طریقے پر سزا دی جائے گی تو اُس کا تحت الشعور اُسے جرم کے ارتکاب سے روکے گا۔ قاضی کس کو ہونا چاہیئے جج کا کردار کیا ہونا چاہیئے۔ شہادتیں کس قسم کی ہونی چاہئیں۔ اس کے بعد مجرم کا ہاتھ کاٹنے کے بارے میں سوچا جائے گا اور یہ اتنے سخت قواعد ہیں کہ ان پر پورا اترنا بڑا مشکل ہے۔

ان قواعد پر پورا اترنے کے لئے ہزار میں ایک ایسا کیس آئے گا جس کے سارے مراحل پورے کرنے کے بعد آپ مجرم کا ہاتھ کاٹ سکیں گے۔ اس لئے اگر آپ اسلام کے تعزیراتی پہلوؤں کی جانب توجہ دیتے تو پھر آپ سزاؤں کی جانب زیادہ توجہ نہ دیتے۔ سزاؤں کا مقصد معاشرے کی تطہیر ہے، یہ کہ لوگ ڈریں اور جرائم کا انسداد ہو۔

سوال: شہادتوں کے متعلق قوانین کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کے لئے کیا کیا جا رہا ہے؟

صدر: وہ تو اس قانون میں موجود ہے۔ چار حدود کی تمہید یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ قوانین میں ججوں کی اور گواہوں کی تعریف موجود ہے۔ اس کے بعد حد نافذ ہو گی، ویسے ہی نہیں۔

سوال: شریعت بنچوں کے سلسلے میں بھی ضابطۂ قانون کا ابھی اعلان نہیں ہوا؟

صدر: اس بنچ نے کام شروع کر دیا ہے۔ ہم نے پہلے یہ ارادہ کیا تھا کہ ضابطہ ہم خود بنا دیں۔ پھر ہم نے سوچا کہ اس میں یکسانیت ہونی چاہیئے۔ اس لحاظ سے وزارت قانون تمام بڑی عدالتوں، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ قوانین وضع کرے گی اور جاری

کرے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مل بیٹھیں اور یکساں ضابطے بنالیں تاکہ چاروں صوبوں میں اس میں کوئی تضاد نہ ہو۔

سوال: جناب ضابطے کے بغیر عدالتیں کام نہیں کر سکتیں۔

صدر: عدالت کام کر سکتی ہے کیونکہ قوانین ایک جیسے نہیں۔ شریعت بنچ، ہائی کورٹ کے دوسرے بنچوں کی طرح ہی ہے۔ ہم رد و بدل کرکے نیا قانون لائے ہیں۔ ہم نے چیف جسٹس سے استدعا کی ہے کہ شریعت بنچ کے جو جج نامزد کئے گئے ہیں وہ کوشش یہ کریں کہ اس میں زیادہ تبدیلی نہ ہو تاکہ اس طرح اسے تھوڑی سی مستقل حیثیت ملے۔ اس بنچ کی سب سے نمایاں چیز اس کا طریقۂ کار ہے جس میں کوئی پارٹی نہیں۔ بلکہ آدمی خود آکے کہتا ہے کہ جناب میرے خیال اور علم کے مطابق قرآن اور شریعت میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جیورسٹ کونسل (JURIST COUNCIL) کا ایک پینل بھی ہوگا، علماء بھی ہوں گے اور وکلاء بھی ہوں گے۔ عدالت اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہے بلا سکتی ہے۔ اس کا تمام خرچ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ شریعت بنچ کے خصوصی خدوخال ہیں۔ باقی باتیں ثانوی ہیں۔ میرے خیال میں ان پر زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا۔

سوال: آپ نے مالیاتی کمیشن (FINANCE COMMISSION) کے قیام کا بھی اعلان کیا ہے لیکن اس کے دائرہ کار کے اصول ابھی تک نہیں بنے۔

صدر: دائرہ کار کے اصول ضرور بنیں گے۔ مالیاتی کمیشن سے پہلے اس کا دائرہ
کار بن چکا ہوگا۔

سوال، لیکن ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا گیا۔ غلام اسحٰق خان صاحب نے
بھی اپنی پریس کانفرنس میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

صدر: دائرہ کار کے اصولوں کا ضرور اعلان کر دیا گیا ہوگا!

سوال: جناب مالیانہ جمع کرنے کی بنیاد تو آبادی ہوگی؟

صدر: میرے پاس اس وقت مکمل معلومات نہیں۔ میں آپ کو کسی اور
وقت تفصیل سے بتاؤں گا۔

سوال: جناب عشر اور زکوٰۃ کا سرکاری سال کب سے شروع ہوگا؟

صدر: دیکھیئے ابھی تو ہم نے مسودہ جاری کیا ہے ہم نے ۳۰ اپریل تک آپ کو
اپنی آراء اور سفارشات بھیجنے کے لئے کہا ہے۔ اس کے بعد ایک کمیٹی بنے
گی جو ان تمام آراء اور سفارشات کا جائزہ لے گی۔ ماہرین اس کے بعد
اس کے ہر پہلو کا جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد تمام آراء اور سفارشات کو
جمع کر کے اس کو ایک خاص شکل دی جائے گی اس کے بعد اعلان ہوگا۔
یہ قوانین ۳۰ جون سے لاگو ہوں گے۔ عشر آئندہ فصل یعنی اکتوبر سے لاگو ہوگا۔
ابھی ڈرافٹ آرڈیننس شائع کیا گیا ہے تاکہ لوگوں میں اچھی طرح مشتہر
ہو جائے کہ اس میں کیا کمزوریاں اور کیا خامیاں ہیں۔ اگر کوئی خامیاں رہ
گئی ہوں تو آپ صحافی حضرات ہیں، علماء ہیں، رائے سے نوازیں۔

سوال: زکوٰۃ کا نفاذ آپ تجرباتی طور پر کسی خاص علاقے سے شروع کریں گے
یا پورے ملک میں ایک ساتھ اس کا نفاذ ہوگا؟

صدر: پورے ملک میں بیک وقت۔

ہم نے ۲۲۵ کروڑ روپے کی رقم اس کے لئے مختص کی ہے۔اگر ہم انتظار کریں گے کہ پہلے پیسہ آتے اور پھر اس کو تقسیم کریں تو اس میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتے گا۔ اس لئے اس نظام کو نافذ کرنے کے لئے ۲۲۵ کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔

سوال: زکوٰۃ جمع کرنے کی ذمہ داری ریاست کی ہونی چاہیئے۔ محلہ کمیٹیوں کو اگر یہ کام سونپا گیا تو اس میں بڑی دشواریاں پیش آتیں گی۔

صدر: زکوٰۃ جمع کرنا ریاست کی ذمہ داری ہو گی۔ محلہ کمیٹیاں مستحقین میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کی ذمہ دار ہوں گی۔

سوال: یہ جو ۲۲۵ کروڑ روپے کا فنڈ ہے۔ اس کی آپ ابھی سے تقسیم شروع کر دیں گے؟

صدر: بالکل ابھی، ورنہ اس کے قیام کا فائدہ ہی کیا ہے۔ ۲۲۵ کروڑ روپے کی رقم کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ ہمارے برادر ملک نے دی ہے۔ اس کی فوراً تقسیم شروع ہو جاتے گی۔

سوال: جناب اسلام میں اس کے مصرف مقرر کئے گئے ہیں؟

صدر: ہم اسی مصرف پر خرچ کریں گے، جو زکوٰۃ کے مصرف ہیں یہ پوری رقم ان پر ہی خرچ ہو گی۔

سوال: جدید اقتصادی تصور تبدیل ہو گیا ہے۔ مثلاً عام طور پر چونکہ اس وقت کوئی باقاعدہ فوج نہیں ہوتی تھی اس لئے یہ رقم فوج پر خرچ ہوتی تھی۔ اب جو جدید تصورات ہیں ان کا آپ کو تعین کرنا پڑے گا۔

صدر: ابھی اس میں سے ہم نے دفاع کو الگ کر دیا ہے، لیکن باقی جو مصرف

ہیں ان پر خرچ کیا جائے گا۔ جو لوگ ان مصارف میں آتے ہیں ان کو یہ سہولت بہم پہنچائی جائے گی۔

سوال: جناب آپ نے سنا ہوگا کہ فقہ جعفریہ نے اس سے کچھ اختلاف کیا ہے۔

صدر: فقہ جعفریہ میں زکوٰۃ کا اپنا مصرف ہے۔ ہم نے ان سے کہا ہے کہ ایک ملک میں دو قانون نہیں بن سکتے۔

سوال: اگر انہوں نے اختلاف کیا تو آپ انہیں مستثنیٰ کر دیں گے؟

صدر: ہم نے مستثنیٰ نہیں کیا ہے، کیونکہ مشاورتی کونسل میں شیعہ حضرات موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زکوٰۃ کے شیعہ فقہ میں یہ مصرف ہیں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے لیکن چونکہ پاکستان میں جس فقہ کے مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ سنی حضرات کی ہے۔ اس لئے فقہ حنفیہ اس پر لاگو ہوگا۔

سوال: جناب فتاویٰ عالمگیری پر بھی غور ہو رہا ہے؟

صدر: جی ہاں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس کو بھی دیکھا جائے گا۔

سوال: جناب آپ کی توجہ "بی بی سی" کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس کا رول خاصا معاندانہ ہے۔ ہمارا ریڈیو اور ٹی وی کس مصرف کا ہے؟

صدر: دیکھئے "بی بی سی" جو کچھ کہتا ہے، ہمارے لوگ آج کل اس پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان نے بھی نیک نامی حاصل کی ہے۔ لوگ "بی بی سی" سن لیتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان نہیں سنتے۔ اصلیت کا آپ کو بھی پتہ ہے اور مجھے بھی۔

سوال: جنرل صاحب ملک کے اندر انتخابات کے بارے میں شک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ۱۹۷۹ء انتخابات کا سال ہوگا۔

تو کیا آپ کا یہ ارادہ ہے؟

صدر: ہمارے پروگرام میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آئندہ کے متعلق میں کچھ کہہ نہیں سکتا، لیکن انتخابات اپنی جگہ ضروری ہیں۔ باقی جو کارروائیاں ہیں وہ بھی اپنی جگہ ضروری ہیں۔

سوال، کیا ملک کی سیاسی صورت حال کی روشنی میں آپ انتخابات کا پروگرام وضع کریں گے؟

صدر: میں اور میرے رفقائے کار پاکستان کے لئے جو بہتر ہوگا وہی کریں گے۔ میری کوئی پارٹی نہیں اور نہ میں نے اگلا انتخاب لڑنا ہے۔

سوال؛ جناب جب تک آپ انتخابات نہیں کرواتے تو کم از کم صوبوں میں صوبائی حکومتیں تو بنوا دیں تاکہ عوام کے مسائل حل ہوں۔

صدر: ہمارا جو چھ ماہ کا تجربہ ہوا ہے، ہمارے ساتھ جو سیاسی پارٹیاں آئیں اور انہوں نے کام کیا، وزیروں نے نہایت ایمانداری سے اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کیا، ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک وہ پھرے مگر اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو رابطہ نہیں ہے۔ جب تک آپ پورا ڈھانچہ نہیں بنائیں گے۔ اور جب تک پوری مشنری نہیں بنے گی، کام نہیں چلے گا۔

سوال؛ کیا پہلے لوکل باڈیز کے انتخابات ہوں گے ؟

صدر: میرا ذاتی خیال ہے کہ اس ملک کو چلانے اور سیاسی عمل بحال کرنے کے لئے اولین چیز، لوکل باڈیز کا انتخاب ہے۔ لوکل باڈیز کے انتخاب میں آپ کی یونین و تحصیل کونسل آتی ہے، کارپوریشنیں آتی ہیں، میونسپل

کمیٹیاں ہیں عوام کے مسائل تو انہوں نے حل کرنے ہیں۔ وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کا وزیر کیا مسائل حل کرے گا۔ اور پھر مسائل تو وسائل حل کریں گے۔ وسائل تو محدود ہیں۔ آپ ان کو وفاقی حکومت سے تقسیم کروالیں یا صوبوں کو دے دیجئے۔

سوال: کیا لوکل باڈیز کے انتخابات سیاسی بنیادوں پر ہوں گے ؟

صدر: غیر جماعتی بنیادوں پر۔ ان انتخابات کی بنا پر جو نمائندے آتے ہیں ان سے آپ کے آدھے مسائل تو حل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے انتخاب اکٹھے کروالیجئے۔ ایک بنیاد بن جائے گی اس کے اوپر آپ عمارت کھڑی کرلیجئے۔

سوال: اس کے بارے میں اپنے بیانات تو دیئے ہیں لیکن کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا؟

صدر: عملی قدم اس لئے نہیں اٹھایا کہ بنیادیں مضبوط ہو جائیں تو پھر آپ چاہے قومی اسمبلی کے الیکشن کروائیے یا لوکل باڈیز کے۔ ابھی ماحول انتخاب کے لئے سازگار نہیں ہے۔

نمائندے: شکریہ جناب صدر۔

دوسری حج کانفرنس سے خطاب

۲۸ فروری ۱۹۷۹ء

دوسری سالانہ حج کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے حج کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہر حاجی روحانی تطہیر کے اس مرحلے سے کامگار لوٹے تو ہر سال کم از کم چالیس پچاس ہزار صالحین کا اضافہ ہوتا جائے اور بتدریج ایک صالح معاشرہ وجود میں آ جائے۔ حج کے اجتماعی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اتحاد عالمِ اسلامی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ انہوں نے حج سے متعلق اداروں کو تلقین کی کہ وہ سفرِ شوق کے ان رہروؤں سے عام سیاحوں جیسا سلوک نہ کریں۔ انہوں نے حاجیوں سے اپیل کی کہ وہ دیارِ مقدس میں پاکستان کی عزت و وقار کا خاص طور پر خیال رکھیں کیونکہ وہاں ان کی انفرادی شناخت نہیں بلکہ قومی پہچان ہی ہوتی ہے۔

اس تقریب میں سعودی عرب کے سفیر عزت مآب ریاض الخطیب اور سعودی عرب کے معلمین کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۰

گورنر پنجاب، جنرل سوار خان،
وزیر مذہبی امور، نوابزادہ انصاری صاحب
اور
خواتین و حضرات!

السلام علیکم۔ حج کے متعلق انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے یہ دوسری سالانہ حج کانفرنس ہے جس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کی مجھے سعادت نصیب ہوتی ہے۔ میں اس اعزاز کے لئے وزارتِ مذہبی امور کا شکر گذار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرمائے۔

اسلام کے بنیادی رکن کی حیثیت سے حج کی افادیت کے کئی پہلو ہیں۔ اس کا ایک پہلو عبادت کا ہے جو اپنے پورے آداب کے مطابق ادا کرنی چاہیئے۔ اس کا دوسرا پہلو انفرادی اصلاح کا ہے جو در حقیقت ہر عبادت کا بنیادی

مقصد ہوتا ہے اور اس کا تیسرا پہلو عالمِ اسلام کی یک جہتی اور اتحاد سے متعلق ہے جس کے بغیر دینِ اسلام کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔

مسلمان اپنی اکثر عبادتیں دوسروں کے عمل دخل کے بغیر ادا کر سکتا ہے، لیکن حج جیسی اجتماعی عبادتوں میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا — مثلاً اگر سارے پاکستان — بلکہ سارے عالمِ اسلام سے تمام فرزندانِ اسلام بلا روک ٹوک بیک وقت اس سعادت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں تو مکہ مکرّمہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور پھر مدینہ منوّرہ میں اتنا ہجوم ہو جائے کہ شاید کوئی بھی حاجی حج کے مناسک احسن طریقے سے ادا نہ کر سکے۔ لہٰذا حکومت پاکستان اور حکومت سعودیہ کی یہ خواہش ہے کہ عازمین حج وہاں تشریف لے جائیں، وہ زیادہ سے زیادہ سکون اور دلجمعی سے یہ سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ دونوں حکومتوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ حاجیوں کی صرف مقررہ اور محدود تعداد ہر سال حج پر بھیجی جائے تاکہ ان کی رہائش خوراک اور آمد و رفت کا مناسب انتظام کیا جا سکے اور میں نے پچھلے حج کے موقع پر خود مشاہدہ کیا ہے کہ اس مرتبہ پہلے کی نسبت انتظامات بہتر تھے جس کے لئے ہماری وزارتِ مذہبی امور اور حکومتِ سعودیہ مبارک باد کی مستحق ہیں۔

گذشتہ سال پاکستانی حاجیوں کی کل تعداد باسٹھ ہزار کے قریب تھی جن میں اڑتیس ہزار ستّر حاجی پاکستان سے ملکی زرِ مبادلہ خرچ کر کے گئے تھے جب کہ پانچ ہزار دو سو پاکستانیوں کے حج کے اخراجات کا بندوبست ان کے بیرونِ ملک لواحقین نے SPONSOR-SHIP SCHEME کے تحت کیا تھا اور اٹھارہ ہزار سات سو پاکستانی پہلے ہی بیرونِ ملک کام کر رہے تھے اور انہوں نے از خود حج کی سعادت حاصل کی تھی ان ہزاروں آدمیوں کی رہائش، خوراک اور نقل و حرکت

کا بندوبست کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ پرخلوص نیت اور انتھک محنت کے باوجود اس بات کا امکان رہ جاتا ہے کہ بعض حاجیوں کو تکلیف کا سامنا پڑے۔ حکومت اپنے سابقہ تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آئندہ کے انتظامات کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کانفرنس اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

پاکستانی حاجیوں کی بڑی تعداد بزرگ اور ضعیف مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہوتی ہے، جن میں حج کا شوق و لولے کی حد تک ہوتا ہے اور وہ دمِ آخریں سے پہلے پہلے حج کی سعادت سے مالا مال ہونا چاہتے ہیں، لیکن جسمانی لحاظ سے ان میں اتنی سکت نہیں ہوتی کہ وہ کسی سہارے یا مدد کے بغیر یہ کام انجام دے سکیں۔ ان کا جوش اور جذبہ بڑا خوش آئند اور حوصلہ افزا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حج جیسے فریضے کو عمر کے آخری دور تک ملتوی کئے رکھنا مستحسن نہیں۔ افضل حج تو وہ ہے جو آدمی عہدِ جوانی میں کرے اور اپنی بقیہ زندگی اسی سعادت کی برکت اور روشنی میں بسر کر دے۔

"در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری"

بعض لوگوں میں ایک سے زیادہ حج کرنے کا شوق ہوتا ہے اور وہ ہر سال حج کی درخواست دے دیتے ہیں اور وہ اسی بات کو باعثِ افتخار سمجھتے ہیں کہ انہوں نے آٹھ، دس یا بارہ حج کئے ہیں۔ حج کرنا اور ایک سے زیادہ بار کرنا مستحسن عمل ہے، لیکن جب حاجیوں کی تعداد مقرر ہو تو ایسے افراد کو موقع دینا چاہیئے جو پہلے اس سعادت سے محروم ہوں۔ یہ بات شاید بہت سے لوگوں کے لئے نئی ہو کہ خود حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں صرف ایک حج کیا تھا اور ان کے پیروکاروں کو ان کی یہ مثال پیشِ نظر رکھنی چاہیئے۔

حج سے متعلق انتظامات میں دشواریوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے

بہت سے عازمینِ حج نیم تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ انہیں نہ بیرون ملک سفر کے قواعد کا علم ہوتا ہے اور نہ حج کے موقع پر رونما ہونے والے حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ لہٰذا حج سے متعلق انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ عازمینِ حج کو روانگی سے قبل ضروری معلومات مہیا کی جائیں تاکہ کم از کم وہ پریشانیاں ختم ہو جائیں جو وہ محض لاعلمی کی بنا پر اپنے یا دوسروں کے لئے پیدا کر دیتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ وزارت مذہبی امور اس طرف ضروری توجہ دے رہی ہے۔

دوسرا اہم پہلو جو توجہ طلب ہے وہ مختلف اداروں کا رویّہ ہے جس سے کئی عازمین حج کو شکایت رہتی ہے۔ حج جیسے مبارک سفر پر روانہ ہونے والے خصوصی توجہ اور اخلاق کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان سے کاروبار یا سیر و تفریح کے لئے جانے والے مسافروں جیسا سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف مجھے یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ بعض لوگ حج کی آڑ میں قانون شکنی کرتے ہیں جو ناقابل معافی ہے کیونکہ جو شخص حج جیسے نیک سفر کا ارادہ کرتا ہے اس کو ہر قسم کی ہیرا پھیری دھوکہ دہی اور قانون شکنی سے گریز کرنا چاہیئے۔ اس سے بڑی کردار کی کمزوری کیا ہوگی کہ زبان پر تو حاجی بننے کا شوق ہو اور اعمال اس کے برعکس ہوں۔ ایسے افراد کی یقیناً حوصلہ شکنی کرنی چاہیئے، لیکن ان معدودے چند افراد کی وجہ سے تمام حاجیوں کو شک کی نظر سے دیکھنا اور ان کی راہ میں روڑے اٹکانا بھی کسی طرح درست نہیں۔ عازمین حج سے سرکاری اہل کاروں کا سلوک مثالی ہونا چاہیئے۔

تیسرا طبقہ جس پر حاجیوں کی آسائش کا زیادہ تر دار و مدار ہوتا ہے، معلمین ہیں جن کی ایک نمائندہ تعداد اس اجتماع میں موجود ہے۔ ان سے حاجیوں کو عام شکایت یہ ہے کہ وہ اپنی خدمات کا ہدیہ تو بڑے شدّ و مد کے ساتھ وصول کرتے

ہیں، لیکن اُن کی آسائش پر پوری توجہ نہیں دیتے۔ ممکن ہے اس شکایت میں مبالغے کا عنصر بھی شامل ہو، لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اگر معلمین چاہیں تو حج کے مراحل کو بہت خوشگوار اور آرام دِہ بنا سکتے ہیں۔

حج کے دوران آرام اور آسائش کا تعلق کسی حد تک حاجیوں کے باہمی سلوک پر بھی ہوتا ہے۔ الگ الگ طرزِ زندگی کے عادی لوگ جب چند دنوں کے لئے اجتماعی بود و باش پر مجبور ہوتے ہیں تو ان میں سے بعض کا رویّہ اتنا مثبت نہیں رہتا جتنا کہ رہنا چاہیئے اوّل تو مسلمان ہونا ہی بذاتِ خود تحمّل، بردباری اور ملنساری کا نام ہے، لیکن ایسا مسلمان جو حج جیسی عظیم سعادت سے بہرہ ور ہونے گیا ہو اس کا رویّہ تو ہر لمحے مثالی ہونا چاہیئے۔ ان کے مثالی رویّے سے نہ صرف ان کے اچھے کردار کی خوشبو پھیلے گی بلکہ حاجیوں کے کیمپوں کا ماحول بھی خوشگوار ہو جائے گا اور جو کوئی غیر ملکی انہیں اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتے دیکھے گا۔ پاکستان کے متعلق اچھی رائے قائم کرے گا —— پاکستان کے اندر ہر حاجی کا اپنا نام اور اپنی شناخت ہوتی ہے لیکن جب وہ سرزمینِ حجاز پر قدم رکھتا ہے تو اس کی شناخت کا واحد حوالہ اس کی قومیت رہ جاتی ہے اور جس کسی نے اس پر رائے زنی کرنی ہوتی ہے وہ اس کے پاکستانی ہونے کے حوالے سے کرتا ہے۔ وہ اچھا سلوک یا رویّہ اختیار کرتا ہے تو پاکستان کی نیک نامی ہوتی ہے اور اگر خدانخواستہ وہ معیار سے گری ہوئی حرکت کرتا ہے تو اس سے پاکستان کی عظمت اور ناموس پر حرف آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں پاکستان سے باہر جانے والے ہر شہری کو بالعموم اور حاجیوں کو بالخصوص کہتا ہوں کہ وہ اپنے وطن کے غیر سرکاری سفیر ہیں، ملک کی ساکھ کو بڑھانا اور اس کے وقار کو بلند کرنا ان کے ہاتھ میں ہے۔

حاجیوں کے طرزِ سلوک کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک پہلو کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق انتظامی امور سے زیادہ ذاتی خواہش سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حج کا مقصد اگر فرد کی ذاتی اصلاح ہے تو ہر حاجی واپس آنے پر پہلے سے بہتر مسلمان نظر آنا چاہیئے۔ یعنی وہ لوگ جو اسے حج کے مبارک سفر پر الوداع کرتے ہیں، جب وہ واپسی پر اس کا استقبال کرنے آئیں تو انہیں کھجوروں، تسبیحوں اور ٹوپیوں کے علاوہ اس شخص میں ایک واضح اور مثبت تبدیلی نظر آنی چاہیئے جس سے اندازہ ہو کہ یہ شخص واقعی روحانی تطہیر کے مراحل سے گزر کر آیا ہے اور میری خواہش پوری ہو جائے تو ہر سال کم از کم چالیس پچاس ہزار صالحین کا اضافہ ہوتا جائے اور چند سالوں میں ایسے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہو جاتے جو دوسروں کے لئے قابلِ تقلید مثال بن سکیں۔

میں نے شروع میں حج کو فرد کی اصلاح کے علاوہ عالمِ اسلام کی یک جہتی کا ایک ذریعہ بھی قرار دیا تھا۔ میرے خیال میں اسلامی عبادات میں مضمر ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ فرزندانِ توحید ایک دوسرے سے آگاہ رہیں اور نیک کاموں میں باہمی تعاون کریں۔ جُمعہ کی نماز میں اگر محلے والوں اور عیدین کی نماز میں پورے شہر یا گاؤں والوں میں رابطے کی صورت پیدا ہوتی ہے تو حج کے مبارک موقع پر تمام عالمِ اسلامی کی لڑیاں آپس میں ملتی ہیں اِس موقع پر نہ صرف ان کی اجتماعی قوّت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ مسلم ممالک میں باہمی تعارف اور تعاون کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان ایسے تمام اقدامات کی بھرپور حمایت کرتا ہے جو مختلف اداروں کی جانب سے عالمِ اسلام کو متحّد کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ یہ موقع اتحادِ اسلامی پر اظہارِ خیال کا نہیں، لیکن اس کانفرنس کی مناسبت سے میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ حاجیوں اور حج سے متعلق تمام اہلکاروں کو حج جیسی پر سعادت تقریب کو اسلامی اتحاد کو مضبوط

بنانے کے لئے بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ مجھے پچھلے سال یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پاکستان سے بھیجی گئی ٹیمیں وہاں بہت مفید خدمات انجام دے رہی تھیں اور مختلف ملکوں سے آنے والے حاجیوں کو بلا امتیاز طبی سہولتیں مہیا کر کے انہوں نے پاکستان کے لئے خیر سگالی کے بے پناہ جذبات پیدا کئے تھے۔

یہ تھے حج سے متعلق میرے کچھ خیالات، مجھے معلوم ہے کہ جب یہ کانفرنس حج سے متعلقہ تمام اسلامی پہلوؤں پر غور کرے گی تو اور بہت سے مسائل زیرِ بحث آئیں گے جن میں اندرونِ ملک ریل گاڑیوں کی آمدورفت، پی آئی اے کی پروازیں، کراچی میں عارضی قیام، بحری اور ہوائی راستوں سے سعودی عرب کا سفر اور وہاں کی مشکلات وغیرہ شامل ہوں گی۔ ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے یہ کانفرنس یقیناً ان تجاویز سے بھی استفادہ کرے گی جو ملک کے طول و عرض سے حکومت کو وصول ہوئی ہیں۔ اس کانفرنس کی سوچ و بچار کے نتیجے میں جو سفارشات سامنے آئیں گی حکومت ان کی روشنی میں آئندہ حج پالیسی وضع کرے گی۔

میں کانفرنس کے منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے آج کی تقریب میں مجھے شرکت کا موقع دیا۔ میں حج سے متعلق ہر تقریب کو خواہ وہ انتظامی نوعیت کی ہو۔ اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

پاکستان زندہ باد

لاہور ائیرپورٹ پر پریس کانفرنس

یکم مارچ ۱۹۷۹ء

لاہور کے مختصر دورے کے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے لاہور ائیرپورٹ پر پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں اس وقت کے ملکی حالات کا جائزہ پیش کیا اور صحافی حضرات سے اپیل کی کہ ان کا کردار مثبت ہونا چاہیئے۔

صدر پاکستان نے ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے بارے میں رحم کی اپیلوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک سیاسی نہیں بلکہ فوجداری مقدمہ ہے جس میں ملک کی دو اعلیٰ عدالتیں فیصلہ دے چکی ہیں۔ نفاذِ اسلام کے بارے میں انہوں نے کہا کہ زکوٰۃ وعشر کا قانون نافذ ہو چکا ہے اور جمع شدہ زکوٰۃ کو مستحقین میں تقسیم کرنے کا کام جلد شروع ہو جائے گا۔ مختلف سوالات کے جواب میں صدر پاکستان نے پریس کی آزادی، پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی ننس اور پریس کے لئے ضابطۂ اخلاق کے بارے میں حکومت کے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ○

صحافی حضرات!

السلام علیکم۔میں لاہور سے ہمیشہ مطمئن ہو کر جاتا ہوں۔ اس دفعہ گمٹی بازار کے حادثہ نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔میں جنرل سوار خان صاحب کی تعریف کرتا ہوں کہ صوبائی حکومت نے نہ صرف اس مسئلے کا جائزہ لیا بلکہ میرے یہاں آنے سے پہلے اسے حل بھی کر لیا۔میرا خیال تھا کہ میں خود لوگوں سے ملوں گا اور مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کروں گا لیکن جنرل سوار صاحب نے اس کا موقع ہی نہیں دیا ساری چیزیں طے ہو گئیں۔ اس سے مجھے بڑا اطمینان ہوا۔

دوسری چیز کل رات پی این اے کے لیڈروں سے بات چیت ہوئی ہے۔ یہ بات چیت کافی تسلی بخش رہی۔سب سے بڑی خوشی اس بات سے ہوئی کہ ہمارے بیانات اور ان کے بیانات میں کوئی تضاد نہیں۔ ہمارے درمیان کوئی بُعد نہیں ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ حکومت کے اندر کوئی حکومت ہے یا پارٹی کے اندر کوئی پارٹی۔ پی این اے

کی لیڈر شپ میں چاہے وہ حکومت کے باہر ہے یا اندر، کامل مفاہمت پائی جاتی ہے۔

تیسری ضروری بات اپنے حلقے کا دورہ تھا۔ یہاں ایک جگہ محفوظ پورہ ہے فوج کے لئے رہائشی بندوبست اچھا نہیں تھا۔ اب میں پانچ چھ ماہ کے بعد آیا ہوں اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں کے فوجی ہیڈکوارٹر نے جو جنرل سوار خان صاحب، جنرل ربانی صاحب اور جنرل جمال صاحب کے تحت کام کر رہا ہے۔ اس نے فوج کی رہائش کا عمدہ بندوبست کیا ہے۔ آج جو تربیت کا معیار میں نے دیکھا اور لوگوں کے ہشاش بشاش چہرے دیکھے، اس سے ہر پاکستانی کو ایسے سپاہیوں پر فخر کرنا چاہیئے۔ مجھے ان پر فخر ہے۔

حج کانفرنس کا میں نے کل افتتاح کیا تھا یہ دوسری حج کانفرنس تھی جو اس حکومت کے دوران منعقد ہوئی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس دفعہ انتظامات بڑے اطمینان بخش تھے۔ حکومت کا فرض ہے کہ حج جیسے اہم فریضہ پر جانے والے لوگوں کی امداد کرے۔

آج کل جیسے جیسے بھٹو صاحب کے مقدمہ کے فیصلہ کا وقت قریب آتا جا رہا ہے، مفاد پرست پارٹیاں اسے اچھالنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایک بات جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ سیاسی مقدمہ نہیں، فوجداری مقدمہ ہے۔ جہاں تک اس مقدمہ کا تعلق ہے، میں نے ایک دو دفعہ پہلے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے اس ملک کو قانون کی حکمرانی دی ہے۔

ڈیڑھ سال تک فوجی حکومت نے اپنے آپ کو قانون کا پابند رکھا۔ ہمارے دل میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی اتنی وقعت ہے اور اتنی وقعت ہونی بھی چاہیئے کہ جو فیصلے وہ کریں اس میں ردّوبدل نہ ہو۔ جہاں تک اپیل کے آئینی اختیار کا تعلق ہے بحیثیت صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے یہ میرا ذاتی آئینی اختیار ہے کہ میرے پاس جو رحم

کی اپیلیں آئیں انہیں منظور کروں یا نہ کروں۔ اپیل کنندہ مالدار ہو یا غریب، زمیندار ہو یا کاشتکار، سیاسی لیڈر ہو یا فوجی افسر، کوئی بھی ہو یہ میرا قانونی حق (PROGRATIVE) ہے کہ اپیل منظور کروں یا نہ کروں اور میں اس حق کا انشاء اللہ استعمال کروں گا۔ ایک فوجداری مقدمہ جس کا دو سینیئر کورٹس سے فیصلہ ہو جائے تو کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ پھر آپ عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف آئینی حق استعمال کریں۔

جہاں تک اپیلوں کا تعلق ہے ہمیں کچھ اپیلیں موصول ہوئی ہیں ہمارے بہت سے دوست ممالک ہیں ان کے پاکستان کے ساتھ پرانے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کی بنا پر اور کچھ ممالک دیکھا دیکھی انسانی ہمدردی کے تحت اپیلیں بھیج رہے ہیں جو ہمیں موصول ہوئی ہیں وہ اس قسم کی ہیں کہ یہ آپ کے ملک کا معاملہ ہے۔ آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ کہ پاکستان کے لئے کیا بہتر ہوگا کیا نہیں۔ ہم انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اپیل کر رہے ہیں۔ میری کسی سے ٹیلیفون پر بات نہیں ہوئی اور نہ میں نے کسی سے اقرار کیا ہے اور نہ انکار کیا ہے۔

میرا جو مؤقف ہے اس کو میں کئی دفعہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں ہمارے ہاں ۲۶ فی صد پڑھے لکھے لوگ ہیں ان میں وہ بھی شامل ہیں جو صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں تقریباً ۳۰ فیصد لوگ ٹی وی دیکھتے ہیں۔ ۶۰ سے ۷۰ فی صد لوگ اخبار پڑھتے ہیں جو پڑھے لکھوں کا طبقہ ہے اور پاکستان کی آبادی کا ۸۰ فیصد حصہ ریڈیو سنتا ہے۔ اس لئے صحافت میں آپ کا کردار مثبت ہونا چاہیئے ویسے آپ سیاہ کو سفید بھی دکھانا چاہیں تو دکھا سکتے ہیں۔ یہ قوت اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم میں دی ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس ملک کی خاطر، قوم کی خاطر، آپ اس ملک کی صحیح تصویر پیش کریں اس کو ایسا واقعہ نہ

بنا دیجئے کہ جیسے پاکستان میں اس کے علاوہ کسی کو اور کام ہے ہی نہیں۔ گذشتہ ڈیڑھ سال میں کوئی چار سو آدمیوں کو پھانسی دی جا چکی ہے جن کا مجھے علم ہے جن کی میرے پاس سفارشات آئی ہیں۔ آیا وہ انسان نہیں تھے۔ کیا انسانی بنیاد پر صرف ایک ہی انسان کو معاف کیا جائے۔ اس مقدمہ میں تین آدمی اور ہیں۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں۔ کیا وہ ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ اس مقدمہ کو صحیح معنوں میں چلنے دیں اور پھر پاکستان کے لوگوں پر اعتماد کیجئے، پڑھے لکھے لوگ ہیں جو وہ پاکستان کے مفاد میں بہتر سمجھتے ہیں وہی کریں گے۔

یہاں پی این اے کے حضرات سے رات بات چیت ہوئی ہے میں نے یکم محرم کو نفاذ نظام اسلام کا اعلان کیا تھا۔ پھر اس کے نفاذ کی تاریخ بارہ ۱۲ ربیع الاول مقرر کی تھی۔ اس روز کچھ قوانین آئے ہیں۔ اب اس کی نشر و اشاعت کی ضرورت ہے۔ چونکہ بعض باتوں پر کچھ زیادہ زور دیا جا رہا ہے تو کچھ فطری طور پر رد عمل ہوا ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ دین کا نام سن کر خدانخواستہ اس سے نفرت کرنے لگیں۔ لیکن یہ بھی ہے کہ ایسی چیز کو ہم اس لئے بھی نہیں چھوڑ سکتے کہ کچھ لوگوں کا دماغ اسے قبول نہیں کرتا۔ میں نے پی این اے، دوسری سیاسی پارٹیوں کو یا جو حضرات چاہیں انہیں اجازت دی ہے کہ وہ نظام اسلام کے پرچار کے لئے اگر مساجد یا دینی مدارس میں ضرورت ہو تو اجتماع کر سکتے ہیں، جلسے ہو سکتے ہیں۔ ایسے اجلاس میں لاؤڈ سپیکر کی بھی اجازت ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ اس کا فائدہ تمام صحیح ذہن رکھنے والی جماعتیں خواہ اس میں سیاسی لیڈر ہوں خواہ اس میں غیر سیاسی آدمی فائدہ اٹھائیں گی اور اس ملک میں صحیح قسم کے خیالات اور رجحان کی ابتدا ہوگی۔

زکوٰۃ کے متعلق بہت سی سفارشات آئی ہیں ہم نے اصلی ڈھانچہ مقرر کر دیا ہے

اس کا اعلان ہو چکا ہے۔ اس کے ایڈمنسٹریٹر جنرل کو چننے میں کچھ وقت لگا ہے۔ آج کل میں جج کانفرنس کی سفارشات مکمل کرنے کے بعد امتیازی صاحب اپنا عہدہ بحیثیت ایڈمنسٹریٹر جنرل زکوٰۃ سنبھال لیں گے اور پھر زیادہ تر کام ان سے کروانا ہے۔ پھر صوبائی سطحوں پر گورنر صاحبان اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آج کل اخباروں میں بھی بڑی اچھی سفارشات آ رہی ہیں چونکہ زکوٰۃ کی تقسیم ایک اہم حیثیت رکھتی ہے اس لئے لوگ خود ہی اچھے لوگوں کا انتخاب کریں۔ صوبائی سطح پر زکوٰۃ کا نظام بالکل نچلی سے نچلی سطح سے چلے۔ مثلاً اگر گاؤں ہے تو اس کے اپنے چُنے ہوئے نمائندے ہوں یا محلہ ہے تو اس کے چُنے ہوئے نمائندے زکوٰۃ اکٹھی کریں اور تقسیم کریں صرف ایک مقدار جو ہم نے مقرر کی ہے۔ وہ جمع کرائیں گے۔ چند ایک سفارشات بڑی اچھی آئی ہیں۔ فی الحال ایک عبوری کمیٹی بنائی جائے گی جو اپنے اپنے ضلع میں، شہر میں، گاؤں میں کام شروع کرے گی۔ اس کا میں جائزہ لے رہا ہوں۔ جنرل سوار صاحب نے پنجاب کے لئے خاص اپنا پینل بنایا ہے میں ان کی سفارشات کے انتظار میں ہوں تاکہ جلد سے جلد اس سلسلے میں کام ہو اور لوگوں کو پتہ چلے غرباء کی ہم فہرست تیار کر رہے ہیں، یتیموں کی فہرستیں بن رہی ہیں۔ بیواؤں کی فہرست بنے اور ان کی فہرست بننی چاہیئے جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۵ کروڑ کی جو رقم اکٹھی ہوئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تیس جون سے پہلے پہلے اس کی تقسیم شروع کر دی جائے اس کے بعد مجھے امید ہے کہ ہمارے پاس خود رقم آ جائے گی اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اسلام میں صرف سخت سزائیں ہی نہیں ہیں بلکہ رفاہی پہلو بھی بہت زیادہ ہیں۔ اب آپ حضرات کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو شوق سے پوچھیئے۔

سوال: جناب کل پی این اے کی میٹنگ میں انتخابی شیڈول کی بات کی گئی ہے؟

صدر جنرل محمد ضیاء الحق : ہمارے تین بنیادی اصول ہیں جس کا ذکر میں نے کئی دفعہ کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ نظام اسلام کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اس چیز میں کامیاب ہو گئے ہیں اب اس کا عملی پہلو باقی ہے۔ وہ بھی ہو رہا ہے۔ دوسری چیز جو کہ پی این اے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ سیاسی حالات کو سنوارنے کے لئے جس فضا کی ضرورت ہے اس میں ہم ان کی مدد کریں گے۔ وہ ہماری مدد کریں حکومت کو چلانے میں اور ہم ان کی مدد کریں حالات کو سنوارنے میں تیسری چیز سب سے بڑی ضروری یہ ہے کہ کس طریقۂ کار کے تحت اقتدار منتقل ہو۔ اس میں انتخاب اور نظام اسلام وغیرہ سب شامل ہیں۔ پانچ جولائی کو ہم نے مارشل لاء لگایا تھا۔ اس کی اصل وجہ وہ تحریک تھی جس سے ہمیں پتہ چلا کہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اس کا سہرا پی این اے کے سر ہے۔ پی این اے کے ساتھ پانچ گھنٹے بات چیت ہوئی۔ بعض چھوٹے مسائل بھی زیر بحث آئے۔ میاں طفیل صاحب نے اپنے دورۂ ایران کے تاثرات سے ہمیں نوازا۔ چند ایک دوسرے مسائل پر گفتگو ہوئی۔ پی این اے کو آپ علیحدہ حصہ نہ سمجھیں میں آپ کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہوں کہ پی این اے اس وقت ایک علیحدہ پارٹی نہیں ہے سیاسی پارٹی ضرور ہے لیکن چونکہ حکومت اور پی این اے اس وقت ایک ہے اور جب تک

ہمارا یہ تعاون قائم ہے۔ اس وقت تک ہمارا مؤقف ہمارے خیالات بھی ایک جیسے ہوں گے۔ ان سب چیزوں میں الیکشن بڑا ضروری عنصر ہے۔ ہم نے الیکشن کے متعلق بھی بات چیت کی ہے اور اس کا شیڈول بھی زیر بحث آیا ہے۔ اور میرے خیال میں جو ایک دو نکات ہیں وہ بھی ان کے سامنے پیش کئے گئے ہیں انہوں نے اس چیز سے اتفاق کیا ہے اور ابھی اس کو ہم ایک حتمی شکل دیں گے۔ یہ کوئی ہمارے لئے بحث کا موضوع نہیں ہے بلکہ ایک تکنیکی چیز ہے۔ اس کے اندر نہ کوئی پی این اے کی سیاست ہے اور نہ ہماری سیاست پھر انتخابی حلقوں کا دوبارہ تعیّن کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی تکنیکی مسئلہ ہے۔ یہ تکنیکی باتیں جب حل ہو جائیں گی تو اس کے بعد الیکشن شیڈول بن جائے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جس وقت آپ انتخابات کا اعلان کریں گے اس میں ۷۲ سے لے کر ۹۰ دنوں میں الیکشن ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری ٹائم شیڈول ہے اس وقفہ کو آپ کم نہیں کر سکتے کہ آپ کہیں کہ آج میں اعلان کروں اور کل الیکشن ہو جائیں۔ اس کے قوانین اور ضوابط اس قسم کے ہیں کہ کم از کم ۷۲ دن اس کا شیڈول ہے۔

سوال : بلدیاتی انتخابات آپ نے عام انتخابات کے بعد کروانے کی آمادگی ظاہر کی ہے؟

جنرل محمد ضیاء الحق : بلدیاتی انتخابات کا موضوع زیر بحث ہے۔ اس کی دو صورتیں

ہیں ایک تو یہ کہ بلدیاتی انتخابات پہلے کروا دیئے جائیں یا عام انتخابات کے بعد کروائے جائیں۔ بلدیاتی انتخابات اگر پہلے ہو جائیں تو اس کا تعلق قومی یا صوبائی الیکشن سے نہیں ہے۔ بعض حضرات کے ذہنوں میں اس کے بارے میں کوئی غلط فہمی پائی جاتی ہے، لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ کچھ اس قسم کا انتخاب ہو جس سے اچھے نتائج برآمد ہوں۔ اس میں سیاسی حضرات کی کچھ اپنی سفارشات ہیں اور ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔ ہمارے کچھ اپنے خیالات ہیں جو ہم ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ دونوں صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ اس کا فیصلہ ہم وقت آنے پر کریں گے۔ بلدیاتی انتخابات سے ہماری مراد بنیادی جمہوریت نہیں ہے۔ اس سے مراد (LOCAL SELF GOVT) ہے۔ اس میں یونین کونسل ڈسٹرکٹ کونسل، میونسپل کمیٹیاں اور کارپوریشنیں شامل ہیں تاکہ ہر سطح پر لوگوں کے چنے ہوئے نمائندے آئیں اس کو ہم زبردستی نافذ نہیں کرنا چاہتے بلکہ لوگوں کی رائے اور سیاسی جماعتوں اور حکومت کے خیالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ملک و قوم کے لئے جو بہتر ہو گا وہ فیصلہ کیا جائے گا۔

: جناب آپ نے انتخابات کے بارے میں ایک دفعہ یہ بیان دیا تھا کہ جب تک مثبت نتائج معلوم نہیں ہو جاتے انتخابات کروانا مشکل ہے۔ کیا انتخابات کا بھٹو کیس سے یا اس کے بعد جو صورت ہو گی اس سے کوئی تعلق ہے؟۔

جنرل محمد ضیاء الحق : کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے میں نے تمہید میں سب سے پہلے آپ سے عرض کیا تھا کہ اس کو آپ سیاسی کیس نہ بنائیں۔

سوال : جناب اس میں ایک سیاسی شخصیت ملوث ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق : ایک سیاسی شخصیت ملوث ہے تو یہ بد قسمتی کی بات ہے۔ بھٹو صاحب ایک سیاسی آدمی ضرور ہیں لیکن اس کا کسی اور چیز سے تعلق نہیں ہے۔ جن لوگوں کے ذاتی مفادات ہیں ان کی یہ کوشش ہے کہ اس کو پنجاب اور سندھ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ عدالتوں پر کیچڑ اچھالا جائے اور اس کو سیاسی کیس بنا دیا جائے کہ ضیاء الحق اقتدار پر قابض رہنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کو پکڑا ہوا ہے۔ یہ چیزیں بالکل غلط ہیں اس کا مقدمہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ ایک فوجداری کیس ہے۔ اس کا فیصلہ عدالت میں ہونے دیجئے۔

سوال : جناب! کیا آپ کے خیال میں اس کے سیاسی مضمرات نہیں؟

جنرل محمد ضیاء الحق : اس کے کوئی سیاسی مضمرات نہیں۔ ماسوائے اس کے کہ اس مقدمہ کو کچھ لوگ ذاتی مفادات کے تحت تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ نکسن کے اقتدار سے جانے کے کیا کوئی سیاسی مضمرات تھے بیسنکڑوں ایسے مقدمات چل رہے ہیں ان کے کیا سیاسی مضمرات ہیں۔ جب ایسے مقدمات کے کوئی سیاسی مضمرات نہیں ہیں تو اس مقدمہ کے کیا سیاسی مضمرات ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف مفاد پرست لوگوں کا خیال ہے۔ آپ تاریخ دیکھیں

کیا بڑے لوگوں کو سزا نہیں دی گئی۔ کیا خلفائے راشدین کے وقت میں لوگوں کو سزا نہیں دی گئی۔ کیا وہ سیاسی یا فوجی شخصیتیں نہیں تھیں۔

سوال : جناب آپ کے خیال میں کیا انتخابات کے لئے حالات سازگار ہوں گے؟

جنرل محمد ضیاء الحق : ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے ایک سبق ہمیں ملتا ہے "کہ الیکشن کی مہم کے لئے ایک لمبا عرصہ بُرا ثابت ہوتا ہے"۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ۱۹۷۹ء میں الیکشن ہوں تو میری یہ ذاتی خواہش ضرور ہوگی اور بعض حضرات اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ اسکی مدت اتنی زیادہ لمبی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر آج پہلی مارچ کو میں اناؤنس کر دوں کہ جولائی، اگست یا اکتوبر کی کسی تاریخ کو انتخابات ہوں گے تو پھر آپ انتخابات کے لئے جلسوں کی اجازت بھی دیں گے۔ پھر جلسے جلوس میں پاکستان کی تمام روزمرہ زندگی درہم برہم ہو کے رہ جائے گی۔ ہمارا خیال ہے کہ کم سے کم مدت دی جائے۔

سوال : جناب کیا آپ کے خیال میں ۴۰ روز کی مدت انتخابات کے جلسوں کے لئے کافی ہوگی؟

جنرل محمد ضیاء الحق : میرے ذاتی خیال میں یہ مناسب ہے لیکن پی این اے کی طرف سے جو سفارشات آئی ہیں ان کے خیال میں کم از کم ۶۰ دن کا وقفہ ضروری ہے۔

سوال : جناب! چند سیاسی رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ سیاسی وزیروں کو انتخابات سے تین مہینے قبل سبکدوش کر دینا چاہیئے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جنرل محمد ضیاء الحق : کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ کون سا ملک ہے جہاں سیاسی حکومت صرف انتخابات کی بنا پر حکومت سے سبکدوش ہو جاتی ہے؟

سوال : لیکن وہ عوام کی منتخب کردہ حکومتیں ہوتی ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق : یہ فوجی حکومت ہے۔ اس میں چند افراد کو حکومت کی آسانی کے لئے گورنمنٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ اس قسم کے مطالبہ کی کیا اصلیت ہے کہ چونکہ حکومت میں چند سیاسی شخصیتیں ہیں اس لئے انتخابات سے پہلے انہیں سبکدوش کر دیا جائے۔ میں نے تو سب پارٹیوں سے کہا تھا کہ آیئے اور ملک کا نظم و نسق چلانے میں ہماری مدد کریں۔ یہ پیش کش اب بھی ہے۔ ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ تمام جماعتیں اس میں آئیں اور کام کریں ہماری مدد کریں اور ایک وقت آنے پر ہم انتخابات منعقد کریں اور پھر جو پارٹی جیتے جیت جائے۔ وہ ملک کی باگ ڈور سنبھالے کچھ پارٹیاں اپنی چند وجوہات کی بنا پر ہمارے ساتھ نہیں آئیں جو ہمارے ساتھ ہیں ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اب انہیں خدا حافظ کہنے کا کیا جواز بنتا ہے۔ آج کل پاکستان میں عملی طور پر فوجی حکومت قابض ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ انتخابات فوج اور عدلیہ کی نگرانی میں ہونے چاہئیں میں

توان کو قبول ہوں مگر ہمارے ساتھی ان کو قابل قبول نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کل کو میں بھی اُن کے لئے قابل قبول نہ ہوں

سوال : کیا اس بات کا امکان ہے کہ انتخابات کے بارے میں آپ کی سیاسی رہنماؤں سے جو بات چیت چل رہی ہے اگر اس پر دونوں فریق متفق نہ ہوں تو ریفرنڈم کروایا جائے گا؟

جنرل محمد ضیاء الحق : ریفرنڈم بہت اہم معاملات پر کروایا جاتا ہے۔ ریفرنڈم بھی ایک طرح سے الیکشن ہی ہے۔ صرف وہاں آپ لالٹین پر نشان لگانے کی بجائے سوال کا جواب دے دیتے ہیں۔ اب آپ الیکشن کے متعلق کیا قوم سے پوچھیں گے کہ انتخابات ہونا چاہیئے؟

سوال : جناب! قومی اتحاد کے حلقوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جیسے وہ با اختیار نہیں ہیں؟ پچھلے دنوں انہوں نے کہا بھی تھا کہ وہ اس سلسلے میں آپ سے بات چیت کریں گے۔

جنرل محمد ضیاء الحق : میرے خیال میں تو وہ با اختیار ہیں اور حکومت کے قوانین اور ضابطے کے تحت ان کے تمام اختیارات وہی ہیں جو آج سے پہلے سیاسی حکومتوں کے دور میں تھے۔ اگر آپ کے خیال میں نہیں ہیں تو بہتر یہ ہو گا کہ ان سے پوچھیئے۔

سوال : جناب، ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ حکومت کے ساتھ قومی اتحاد شریک کار ہے، لیکن جب ہم قومی اتحاد کے راہنماؤں سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ وہ با اختیار نہیں ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جیسا آپ نے پریس سے بھی

کچھ توقعات وابستہ کی ہیں تو کیا پریس کی آزادی کا بھی معاملہ کچھ اور آگے بڑھ سکتا ہے۔ نیشنل پریس ٹرسٹ ٹوٹ سکتا ہے؟ اور پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کو ختم کرنے کی کوئی صورت ہے؟

جنرل محمد ضیاء الحق : آپ کو ان تک پہنچنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں ہی یہ معاملہ حل کر سکتا ہوں، لیکن میں نے اس ضمن میں کچھ باتیں کہیں تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ جناب اپنا ضابطۂ اخلاق بنا لیجئے اور مجھے یقین دہانی کرائیں کہ آپ اس پر عمل کریں گے۔ ہمارے ہاں ابھی تک بدقسمتی ـــ کہہ لیجئے یا حالات کی مجبوری کہہ لیجئے، ایک تو ہمارے ہاں جمہوریت پر بحث تو بہت ہوئی مگر پچھلے تیس سال سے اسے ملک میں نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ آپ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد سے آج تک کی تاریخ کو دیکھئے آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ ہم نے جمہوریت کو پنپنے دیا۔

جہاں میں جمہوریت کا ذکر کرتا ہوں، وہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ صحافت کو صحافت سمجھ کر چلنے دیا جائے۔ اس میں دونوں کا قصور ہے۔ حکومت کا بھی اور صحافیوں کا بھی۔ ہمارے ہاں ہیجان خیز صحافت کا شروع سے رجحان رہا ہے اور آج بھی وہی ہے۔ میں صرف امید سے ہی کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ اس میں ترقی ہوگی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے میں نے تو کہا ہے کہ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کا جائزہ لینے کو تیار ہوں۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کے متعلق بھی کہا کہ ہم اس کا جائزہ لینے کے لئے تیار ہیں۔

میں نے جب ۵ جولائی کے بعد، جولائی کو سب سے پہلے صحافیوں کے اجتماع سے خطاب کیا تو سب سے یہ کہا تھا کہ آپ کی مثال اس پرندے کی مانند ہے جس کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں۔ آپ کو اپنے پر نکالنا چاہئیں تاکہ آپ اُڑ سکیں ورنہ آپ ساری عمر پھڑپھڑاتے رہیں گے۔ اس بات کو ایک سال سات ماہ گزر چکے ہیں مگر میں نے بہت کم ترقی دیکھی ہے۔ بعض صحافیوں کی تو میں بہت قدر کرتا ہوں اور بعض صحافیوں کے مخصوص مفادات ہیں۔ ہر شعبے میں دھڑے بندی اتنی ہو گئی ہے کہ کوئی بھی زندگی کا شعبہ محفوظ نہیں، سوائے فوج کے خدا سے دعا مانگیے کہ یہ شعبہ محفوظ رہے۔ ورنہ دیکھیے ایران میں آج کیا ہو رہا ہے۔ ایران کا جب میں ذکر کرتا ہوں کہ اسلامی نظام آیا ہے لیکن جس طریقے سے آیا ہے اس کا جائزہ لیجیے۔ وہاں ایک سال تک فوج قوم سے ٹکر لیتی رہی۔ اب یہ حال ہے کہ فوج تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی ہے۔ آپ دعا مانگیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کرے۔ اس قوم و ملک پر اس کی شفقت و عنایت رہے۔ ہمیں متحد رہنے کی کوششوں میں کامیاب کرے اور صحیح راستے پر چلائے۔

سوال : جناب! آپ نے جو ضابطۂ اخلاق کا ذکر کیا ہے، اس سلسلے

میں گزارش کرنی چاہتا ہوں "سی پی این ای" کی طرف سے جو ایڈیٹرز کی جماعت ہے۔ ضابطۂ اخلاق کی تجویز پیش کی گئی لیکن حکومت کی جانب سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

دوسری بات جو ضمناً پوچھنا چاہوں گا۔ ملک میں فلموں کے بارے میں سنسر کا دوہرا معیار ہے۔ اردو اور پنجابی فلموں کے لئے علیٰحدہ، انگریزی فلموں کے لئے علیٰحدہ، انگریزی فلموں میں بوس و کنار و بیڈ روم کے مناظر کم سے کم ہونے چاہئیں تاکہ اردو اور پنجابی فلموں کے لئے بھی ایک راستہ بنے اور انہیں کوئی شکایت نہ رہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق : میں آپ کی رائے سے متفق ہوں مگر ہمارے ہاں تیس سال سے ذہنی نشو و نما ٹھیک طور پر نہیں ہوئی۔ اس لئے اس وقت آپ اس کی تطہیر کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کو بڑا فراخ دل ہونا پڑے گا ہمیں تنگ نظری سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ میرے خیال میں فلم، تصویر یا ٹیلیویژن پروگرام ایسے ہونے چاہئیں کہ میں اور میری بیٹی اکٹھے بیٹھ کے دیکھ سکیں۔ میرا تو یہ معیار ہے۔ جہاں تک سنسر کا تعلق ہے اس کا معیار یکساں ہونا چاہیئے، لیکن ہمیں تھوڑا سا وسیع الذہن ہونا پڑے گا۔ عام طور پر اخباروں میں آتا ہے کہ ٹیلیویژن پر انگریزی فلمیں اور گانے وغیرہ نہیں دکھانے چاہئیں۔

یہ غلط ہے اس سے لوگوں کا رجحان مخالف سمت میں جائے گا۔ ہمیں بڑے محتاط مشاہدے سے کام لے کر صحیح سمت میں رُخ موڑنا ہے۔

سوال : جناب آپ نے فوج کے سیاست میں آئینی کردار کے بارے میں فرمایا تھا۔ یہ الیکشن سے متعلق ہے یا اسے الیکشن سے پہلے طے کر لیا جائے گا۔

جنرل محمد ضیاء الحق : ہم نے ابھی تک اس کے بارے میں سیاست دانوں سے بات چیت نہیں کی لیکن میرا اور میرے رفقائے کار کا اس ضمن میں ایک خاص نظریہ ہے اس ملک میں تین بڑے اور ایک چھوٹا مارشل لاء لگ چکا ہے۔ کیا آپ یہی چاہیں گے کہ ہر دو چار یا پانچ سال کے بعد اس ملک کے اندر مارشل لاء لگے یا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ افواج پاکستان کو آئینی طور پر یہ ذمہ داری دی جاسکتی ہے کہ اگر حالات پانچ جولائی جیسے ہوں تو افواج پاکستان ملک کے حالات کو بہتر بنا سکیں۔ اس کے بارے میں جائزہ لیا جا رہا ہے اور ابھی فیصلہ کرنا ہے۔ اس بات کا الیکشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

الیکشن کی جو بنیادی تیاریاں ہیں جیسے انتخابی فہرستوں کی تیاری، فہرستوں میں اغلاط کی نشاندہی اور حلقۂ انتخاب کی تقسیم وغیرہ، اس کے علاوہ الیکشن کا کسی اور چیز سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال : کیا میں یہ فرض کر سکتا ہوں کہ ۱۴ اگست کے مبارک دن آپ الیکشن شیڈول کا اعلان کر دیں گے۔

جنرل محمد ضیاء الحق : نہیں، انشاء اللہ پہلے۔

سوال : جناب سیاسی لیڈروں اور عام لوگوں کو بھی یہ شکایت ہے کہ یہ جو فہرستیں بن رہی ہیں یہ درست نہیں ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق : میں نے کل پی این اے سے بھی بات کی ہے اور چیف الیکشن کمشنر سے بھی دو گھنٹے بات ہوئی ہے اس کے بارے میں نہ تو پی این اے کی طرف سے اور نہ ہی الیکشن کمیشن کی طرف سے کوئی نشاندھی کی گئی ہے میں نے مختلف جگہوں پر ٹیلیفون سے بھی رابطہ قائم کیا مگر میرے علم میں یہ بات نہیں آئی ہے۔

سوال : ملک کی یونیورسٹیاں اور کالج بند ہیں ان کو کب تک کھولنے کا ارادہ ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق : انشاء اللہ جلد کھل جائیں گے میں اس وقت کوئی حتمی تاریخ نہیں دے سکتا۔

سوال : جناب! کچھ ایسی خبریں آئی ہیں کہ آپ بھٹو صاحب کی رحم کی اپیل کو کابینہ میں پیش کریں گے۔ جناب کیا آپ کے خیال میں یہ اتنا متنازعہ مسئلہ ہے کہ اسے اس کابینہ کے سامنے پیش کیا جائے جس میں وہ پارٹیاں شامل ہیں جو بھٹو کے خلاف ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق : میں نے شروع میں یہ کہا تھا کہ یہ میرا آئینی حق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رحم کی اپیل خواہ وہ مجرم کی طرف سے ہو یا کسی دوسرے فرد کی طرف سے اسے صرف میں ہی دیکھ سکتا ہوں۔ یہ میرا اور صرف میرا آئینی حق ہے۔ میں نے کسی دوسرے حوالے سے یہ کہا تھا کہ ملٹری کونسل یا کابینہ کی رائے لی جا سکتی ہے لیکن اس سے غلط تاثر قائم نہیں ہونا چاہیئے کہ میں ان سے منظوری لوں گا۔ یہ غلط ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے کہا تھا کہ کابینہ میں اس پر بحث ہو سکتی ہے، لیکن قانونی نکتہ نگاہ سے صرف ایک ہی شخص کو اسے منظور یا نامنظور کا حق ہے، چاہے میں کابینہ یا ملٹری کونسل سے مشورہ بھی کروں۔ میرے خیال میں جب ایک بات کا فیصلہ عدالت دے چکی ہو تو سربراہ مملکت کو درمیان میں نہیں آنا چاہیئے۔

آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ساتویں ایشیا پیسیفک کانفرنس برائے امراضِ چشم سے خطاب

۷ر مارچ ۱۹۷۹ء

پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کراچی میں امراض چشم کے بارے میں ساتویں ایشیا پیسیفک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں ممتاز پاکستانی ماہرین امراض چشم کے علاوہ ڈاکٹر جان ہومز اور ڈاکٹر پروفیسر اچ علیمہ جیسے بین الاقوامی شہرت کے مالک ماہرین امراض چشم نے شرکت کی۔

صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ انسانیت کی خدمت کے لئے جو بھی ایجادات ہوتی ہیں ان پر کسی ملک یا علاقے کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہیئے بلکہ انہیں پورے عالم انسانی کی فلاح وبہبود کے لئے کام میں لایا جانا چاہیئے اور ایسی معلومات پر سب کا یکساں حق ہونا چاہیئے۔

صدر پاکستان نے کہا کہ حکومتِ پاکستان صحت عامہ کو خاص اہمیت دیتی ہے انہوں نے اعلان کیا کہ ایسے تمام آلات جو امراضِ چشم کے علاج میں کام آتے ہیں ان پر کوئی درآمدی پابندی نہیں ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

پروفیسر راجہ ممتاز ،
ڈاکٹر جان ہومز ،
پروفیسر اچ علیمہ ،
امراض چشم کی سوسائٹی کے ممبران ،
ایشیا پیسیفک اکیڈمی کے ممبران ،
مہمانان گرامی ،
اور
خواتین وحضرات !

السّلام علیکم ۔ میرے لئے یہ نہایت مسرّت کا مقام ہے کہ میں امراض چشم سے متعلق ایشیا پیسیفک اکیڈمی کی ساتویں کانفرنس کا افتتاح کر رہا ہوں۔ جیسا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے، یہ بین الاقوامی کانفرنس اس ملک میں ہونے والی اپنی

نوعیت کی پہلی کانفرنس ہے۔ میں اس موقع پر ان تمام فاضل اسکالرز اور اس پیشے سے متعلق ڈاکٹر حضرات کو جو اس کانفرنس میں شرکت کے لئے دور دراز سے آئے ہیں، خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں ان تمام حضرات کا حکومت، عوام اور خود اپنی طرف سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتا ہوں۔

میں نے اس کانفرنس میں ہونے والی دو تین تقاریر سنی ہیں حالانکہ امراض چشم سے متعلق میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سوائے اس کے کہ میں بھی عینک استعمال کرتا ہوں۔

اس سلسلہ میں کچھ کہنے سے قبل میں یہ عرض کر دوں کہ ابھی ڈاکٹر ممتاز نے کہا ہے کہ کچھ حلقوں کا خیال ہے کہ امراض چشم کے ساتھ ساتھ دوسرے شعبوں میں بھی بیک وقت مہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ میں نے اب تک ایسی بات نہیں سُنی ہے لیکن اگر ایسا ہو سکتا ہے تو بھی امراض چشم میں مہارت اپنی جگہ برقرار رہے گی۔

میں ڈاکٹر دانیا سے معذرت خواہ ہوں اگر ان کے خیال میں اس سال حکومت کی سرپرستی یا مدد میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ میں آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا کہ حکومت کے ادارے اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ مدد بہم پہنچائیں۔ ایسی کانفرنسوں کو حکومت کی مدد ملتی رہے گی۔ ڈاکٹر راجہ نے اپنی تقریر میں میرے نام کی مناسبت اور معنی سے آنکھوں کی روشنی مراد لی ہے۔ میں اس تشبیہ کو تھوڑی سی اور وسعت دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ روشنی جو آنکھوں کو روشن کرتی ہے اس روشنی کا ایک حصہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پورے عالم کو عطا کی ہے۔ جو لوگ اس روشنی کو بچانے، محفوظ رکھنے اور بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار ہیں۔ فلسفہ کی زبان میں اگر یہ روشنی بجھ جائے تو یہ بہت بڑی

تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ نابینا پن اور اس کے ساتھ دنیا سے کلفت اور غم کو دور کرنا ایک بہت بڑی سعادت ہے اور جو ماہرین اس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں ان کا مقصد بھی یہی ہے۔

امراض چشم ایک عالمی مسئلہ ہے جو امیر اور غریب، چھوٹے اور بڑے، سفید اور کالے اور موحد اور مشرک سب کو یکساں ضرورت ہے۔ امراض چشم رنگ و نسل یا قومیت و مذہب کی رکاوٹوں کا لحاظ نہیں کرتی۔ میرا خیال ہے کہ بیماریاں جس میں آنکھوں کی بیماریاں بھی شامل ہیں ان کے علاج میں پوری انسانی برادری کو بطور ایک خاندان کے تصوّر کرنا چاہیئے۔ بیماریوں کا علم اور علاج ایک ملک سے دوسرے ملک، ایک براعظم سے دوسرے براعظم اس طرح پھیلانا چاہیئے جس میں کسی قسم کا تعصب یا جانبداری شامل نہ ہو۔ یہ خیال ہر اُس ترقی اور ایجاد پر صادر آتا ہے جو انسانیت کی بھلائی کے لئے کیا گیا ہو۔ میں اسی جذبہ کے تحت امراض چشم کے اس بین الاقوامی کانفرنس کو بہت اہمیت دے رہا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ اس کانفرنس میں جن خیالات کا اظہار کیا جائے گا اُن سے دنیا کے ہر گوشے کے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

علم کی دُنیا میں اس وقت سارے کا سارا زور کسی خاص شعبہ میں مہارت حاصل کرنے پر ہے۔ میں اس کے حق میں ہوں اس لئے کہ میرا بھی یہ خیال ہے کہ مہارت ہی انسانیت کو آگے بڑھاتی اور اسے نت نئی ہنرمندیاں حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میں اس بات پر بھی زور دیتا ہوں کہ علم کے کسی بھی مخصوص شعبے میں ایک دوسرے کی مدد اور ہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے۔ کوئی بھی سخت قسم کی تقسیم یا علیحدگی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوہری محنت بھی۔ امراض چشم کی اکیڈمی کو اس بارے میں زیادہ معلومات ہوں گی کہ ایسے کون سے ادارے ہیں جن سے

یہ ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کر سکتی ہے۔

میں یہاں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، ابھی یہ ملک بہت سے شعبوں میں ترقی کے مراحل میں ہے جس میں آنکھوں کی بیماریاں بھی شامل ہیں۔ ہمارے درمیان ایسے بہت سے ابھرتے ہوئے اور ہنر مند افراد ہیں جو دوسروں کے علم اور تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ امراض چشم کے شعبے میں وہ دوسرے ماہرین کے شانہ بشانہ چلیں۔ ہمارے مسائل بنیادی طور پر دو ہیں۔ اوّل یہ کہ تیس سال پہلے آزادی کے وقت آنکھوں کی بیماریوں کے علاج کی سہولتیں ناپید تھیں۔ دوئم یہ کہ مالی دشواریوں نے ہمیں اس شعبہ میں زیادہ سے زیادہ ترقی اور نئے تجربات سے فائدہ اٹھانے سے روکے رکھا۔ ملک کے محدود وسائل ہر شعبۂ زندگی کے درمیان برابر برابر تقسیم ہونے تھے اور ہر شعبۂ زندگی کے مطالبات ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جہاں تک وسائل اور مطالبات کا تعلق ہے تو حالات تقریباً اب بھی ویسے ہی ہیں، لیکن تھوڑی سی مالی فراغت نے ہمیں اس لائق بنا دیا ہے کہ ہم زندگی کے اور بہت سے دوسرے شعبوں پر بھی توجہ دے سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت صحت عامہ کے شعبوں میں ریسرچ کی ہمت افزائی کر رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ضرورت مند افراد کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچا رہی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آنکھوں کی بیماری اس طرح کی فہرست میں بہت اوپر ہے۔

آپ لوگوں میں سے بیشتر نے صرف کراچی دیکھا ہے۔ اگر آپ پورے پاکستان پر نظر رکھیں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے مسائل صحت، جن میں امراض چشم بھی شامل ہیں بہت ہی پھیلے ہوتے ہیں۔ یہ مسائل اس ماحول کی پیداوار ہیں جس میں ہمارے عوام اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر، ہماری کوششوں کے باوجود،

معیار سے گری ہوئی زندگی گزار رہے ہیں اور ایسا ماحول بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ کئی مقامات پر ایک پورا خاندان مویشیوں کے ہمراہ ایک ہی کمرہ میں زندگی گزارتا ہے۔ وہ اسی کمرے میں کھانا پکاتا ہے، کھاتا ہے اور سو بھی رہتا ہے۔ ان کے پاس اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ ان حالات میں انسانی اعضاء میں سے سب سے زیادہ آنکھ متاثر ہوتی ہے۔ ان میں سے بیشتر لوگ آنکھوں کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ ان بیماریوں کو پالتے رہتے ہیں اس لئے کہ وہاں علاج کی سہولتیں میسّر نہیں اور اگر ہوں بھی تو یہ لوگ علاج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔ اکثر اوقات انہیں بیماریوں کا اس وقت تک احساس بھی نہیں ہوتا جب تک کہ یہ بیماریاں شدید شکل اختیار کر کے ناقابل برداشت نہیں ہو جاتیں۔ اس حالت میں جب وہ کسی ماہر ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے اس لئے کہ جو نقصان ہونا تھا وہ ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ کربناک تصویر جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے دیہاتوں اور شہروں دونوں جگہوں میں ملتی ہے۔ دیہی علاقوں میں زمینیں تو وافر ہیں لیکن ہوادار اور روشن گھر تعمیر کرنے کے وسائل ناپید ہیں جبکہ شہروں میں زمینوں پر اتنا بوجھ ہے کہ لوگ چھوٹے چھوٹے کمروں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت زیادہ لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں تقریباً آدھے ملین (پانچ لاکھ) لوگ آنکھوں کی بیماریوں کا علاج نہیں کرا پاتے اور ان میں سے بیشتر ہمیشہ کے لئے آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی تشویش ناک صورتِ حال ہے جس کا فوری جائزہ لینا ہمارے ملک کے اور باہر سے آنے والے امراض چشم کے ماہرین کے لئے بہت ضروری ہے۔ کوئی بھی بیماری اپنا نفسیاتی اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتی، لیکن

نابیناپن انسانیت کے لئے بہت بڑا روگ ہے. ایسا انسان کرب کے بادلوں میں اس طرح گھر جاتا ہے کہ وہ صرف اپنی ذات میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ نہ صرف اس عالم کے حسن کو دیکھنے سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ تخلیق کی رنگا رنگ خوبیوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ وہ اکیلے پن اور مجبوریوں کے کھڈ میں گر جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ کسی نابینا کی نظر کو صحیح کر دینا کسی معذور شہری کو ذہنی اور جسمانی طور پر دوبارہ آباد کر دینے کے مترادف ہے۔ اس طرح امراض چشم کے علاج سے وابستہ لوگوں کی خدمات بہت قابل قدر ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمت افزائی اور قدر کرنی چاہیئے۔ جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے میں اس کانفرنس کو امید دلاتا ہوں کہ ہمیں اس شعبہ میں مہارت کی ضرورت کا پورا پورا احساس ہے اور ہم اس کی ترقی کے لئے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائیں گے جو ہمارے قومی وسائل کے اندر ہو گی۔

انسانی خدمات سے قطع نظر، طبیبوں کا پیشہ بہت سے دوسرے پیشوں کی طرح ایک بہت ہی اچھا اور نیک پیشہ ہے اور ان تمام پیشوں میں میرا خیال ہے کہ آنکھوں کے امراض کا علاج سب سے اہم اور جدید ہے۔ ہمارے ملک کے وسائل اتنے نہیں کہ سب کو زیادہ سے زیادہ سہولت بہم پہنچائی جا سکے، لیکن جہاں تک آنکھوں کی بیماریوں کا تعلق ہے تو ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جہاں ملکی اور غیر ملکی ڈاکٹروں نے لوگوں کو مثالی علاج فراہم کیا ہے بلکہ بہت سے غیر ملکی ڈاکٹر تو یہاں آ کر بس گئے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں کا علاج کرتے رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت جہاں دوسری بیماریوں کے خاتمہ کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے وہاں نابیناپن کو بھی ختم کرنے کی بھرپور جدوجہد کرے گی۔

مجھے یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ مستقبل میں ایسی کانفرنسیں پاکستان میں ہر سال منعقد ہوا کریں گی۔ اگر بین الاقوامی طور پر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم پاکستانی ڈاکٹر ہی ایسی کانفرنس کریں اور اپنے خیالات سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچائیں۔ مجھے یہ بھی اعلان کر کے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ آنکھوں کی بیماریوں سے متعلق ایسے آلات اور سامان جو پاکستان میں نہیں بنتے انہیں اوپن جنرل لائنس کی فہرست میں شامل کر دیا جائے گا اور ان کی درآمد پر ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔ میں ڈاکٹر وانیا سے کہوں گا کہ وہ ایسے تمام آلات کی فہرست حکومت کو مہیا کریں تاکہ یہ حکم جلد سے جلد نافذ کر دیا جائے اور آنکھوں کے ڈاکٹر فرداً فرداً اور ادارے بھی ایسے آلات کو درآمد کرنے میں دشواری محسوس نہ کریں۔

میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے آپ کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں۔ مجھے اس وقت بڑی خوشی محسوس ہوئی جب اس کانفرنس میں ڈاکٹر رمضان کی عزت افزائی کی گئی۔ ڈاکٹر رمضان نہ صرف ایک پاکستانی ماہر چشم ہیں بلکہ ان کی شہرت بین الاقوامی ہے۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ ایسی سالانہ کانفرنسوں میں کسی پاکستانی ادارے کی طرف سے کسی میڈل کا اعلان کیا جائے اور میڈل ڈاکٹر رمضان کے نام پر رکھا جائے۔ پاکستان کی امراض چشم کی سوسائٹی ہر سال ایسے شخص کا انتخاب کرے جو اس میڈل کا حقدار ہو۔

میں اس کانفرنس میں ہونے والی تقاریر کا مطالعہ کروں گا اور اس کانفرنس کی سفارشات کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ میرا خیال ہے آپ کی سفارشات بہت سود مند ثابت ہوں گی۔ ایسی سفارشات اور تجاویز جس کا تعلق حکومت سے ہو گا، ان پر عمل درآمد کے لئے ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔

خواتین و حضرات!

میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بڑے صبر و تحمل سے میری تقریر سنی۔ میں سوسائٹی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے آپ سے گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ میں ایک دفعہ پھر غیرملکی مندوبین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کا پاکستان میں یہ قیام بہت ہی خوشگوار ہو گا۔

پاکستان زندہ باد

محکمہ کسٹمز کے جشنِ صدسالہ سے خطاب

۷ر مارچ ۱۹۷۹ء

۷ر مارچ ۱۹۷۹ء کو کراچی کسٹمز کے جشن صدسالہ کی تقریب کی منعقد ہوئی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے محکمہ کسٹمز کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسٹمز کے اہل کار دیانت داری اور اہلیت سے اپنے فرائض سرانجام دیں تو ملک کو خسارہ کی سرمایہ کاری کی ضرورت پیش نہ آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہزاروں غیر ملکی مسافر صرف کسٹمز کے عملے کے طور اطوار سے تمام قوم کے کردار کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اس لئے کسٹمز کے عملے کو اپنا کردار ایک آزاد اسلامی ملک کے شایانِ شان بنانا چاہیئے۔

صدر پاکستان نے کسٹمز ہاؤس کا سنگِ بنیاد رکھا اور صدسالہ جشن کی خوشی میں کسٹمز کے کم تنخواہ پانے والے عملے کی فلاح وبہبود کے لئے پانچ لاکھ روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؀

گورنر سندھ، جنرل عباسی،
وزیر خزانہ جناب غلام اسحاق خان،
چیئرمین سی بی۔آر، جناب این ایم قریشی
اور
حاضرین گرامی:

السلام علیکم۔ مجھے محکمہ کسٹمز کی اس تقریب میں شامل ہو کر بڑی خوشی ہوئی ہے، میں اسے اپنے صد سالہ جشن پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آج سے یہ جس عہد کی تجدید سے اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کامیابیوں سے مالا مال کرے۔

ہر سالگرہ، جوبلی یا جشن کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک یہ کہ بیتے ہوئے عرصے میں حاصل کی گئی کامیابیوں سے اطمینان اور اعتماد حاصل کیا جائے اور دوسرے

یہ کہ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں پر ایک نظر ڈال کر آئندہ کے لئے بہتر لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ میرے خیال میں آج محکمہ کسٹمز کو بھی اپنی کارکردگی کا جائزہ لیتے وقت بہت سی کامرانیاں اور ناکامیاں یاد آ رہی ہوں گی جن سے طمانیت کے پہلو بھی اُبھریں گے اور بہتر کارکردگی کے لئے نئی راہیں بھی سُوجھیں گی۔

گذشتہ ایک صدی میں برصغیر میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جن میں سب سے بڑی تبدیلی تخلیقِ پاکستان ہے۔ یہ تبدیلی کوئی معمولی واقعہ نہ تھی اس تبدیلی سے ایک نئی اسلامی مملکت نے جنم لیا، ایک قوم آزادی سے ہمکنار ہوئی اور ایک نئے معاشرے کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ اس تبدیلی کے کئی تقاضے تھے جنہیں پُورا کرنا بہت ضروری تھا۔ آج کا دن محکمہ کسٹمز کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وُہ اپنے گریبان میں جھانک کر فیصلہ کرے کہ آیا وُہ آزادی کے نئے تقاضوں پر پُورا اترتا ہے یا ابھی تک سامراجی دَور کی روایت سے چمٹا ہوا ہے۔

میں محکمہ کسٹمز کی اہمیت اور افادیت کا شروع سے معترف ہوں۔ اس محکمہ سے میری دلچسپی کا اندازہ آپ اِس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ میں ڈیڑھ سال کے قلیل عرصے میں ایک سے زیادہ مرتبہ یہاں آ چکا ہوں اور جب یہاں نہیں آیا ہوں تب بھی میری نظر اس کی کارکردگی پر رہی ہے اس محکمہ میں میری خصوصی توجہ کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ یہ محکمہ قومی معیشت میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور دوسری یہ کہ اس محکمے سے لوگوں کو بہت شکایات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میری ذاتی دلچسپی سے شاید یہ محکمہ زیادہ واجبات وصول کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اتنی اصلاح بھی کرلے کہ عوام کی شکایات دُور ہو سکیں۔

چیئرمین سی بی آر نے اپنی تقریر میں محصولات کی وصولی کے جو اعداد و شمار

بتائے ہیں وہ بیشک بہت گرانقدر ہیں۔ یہ وہ رقوم ہیں جو اس محکمے کی مدد سے سرکاری خزانے میں جمع ہوئی ہیں، البتہ انہوں نے اُن رقوم کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا جو سرکاری خزانے میں جمع ہونے سے محروم رہتی ہیں۔ بدقسمتی سے محکمہ کسٹمز کے متعلق لوگوں کا عام تاثر یہ ہے کہ اگر اس محکمہ کا ہر فرد پُوری دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دے اور تمام واجبات صحیح طریقہ سے وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کرائے جائیں تو اس ملک میں شاید خسارے کی سرمایہ کاری کی ضرورت نہ رہے۔ چیئرمین کی رپورٹ کے مطابق محکمہ کسٹمز نے ۷۸-۱۹۷۷ء میں اپنے ہدف (ٹارگٹ) سے سو کروڑ روپیہ زیادہ جمع کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ واجبات کی وصولی میں بہت سی لچک محکمہ کسٹم کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس کا عملہ چاہے تو مزید محنت سے سو کروڑ یا اس سے زائد رقم اپنے ٹارگٹ سے زیادہ وصول کر سکتا ہے اور اگر اس کی نیّت میں فرق ہو تو نتائج اس کے برعکس ہو سکتے ہیں۔ ان سے میری درخواست یہ ہے کہ وہ ہر سال پہلے سے زیادہ مستعدی دکھائیں اور اپنے ٹارگٹ سے بڑھ کر وصولیابی کریں، لیکن جائز اور با اخلاق طریقے سے۔

ہمارے انتظامی ڈھانچے کا المیہ یہ ہے کہ جن محکموں کا پبلک سے براہِ راست واسطہ پڑتا ہے ان کے ادنیٰ کارکنوں کی تنخواہ بُہت کم ہوتی ہے۔ مثلاً محکمہ پولیس، محکمہ کسٹمز، محکمۂ مال، محکمہ بجلی، محکمہ ٹیلیفون وغیرہ۔ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ان کی تنخواہ بڑھا دی جائے تو رشوت کی لعنت سے نجات پائی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ اندازِ فکر کسی حد تک درست ہو لیکن میرے خیال میں اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ بہتر تنخواہ پانے والا شخص رشوت کا مرتکب نہیں ہوگا۔ یہ لعنت درحقیقت ہمارے معاشرے کی رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے۔ حکومت

نے اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے حال ہی میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو آئندہ مہینے ڈیڑھ مہینے میں اپنی سفارشات حکومت کو پیش کر دے گا۔ مجھے توقع ہے کہ اس سے صورت حال کو بہتر بنانے میں کافی مدد ملے گی لیکن مکمل طور پر اس برائی کا قلع قمع اُسی وقت ہو گا جب اسلامی نظام مکمل طور پر رائج ہونے سے معاشرے کی تطہیر ہو جائے گی، جس کی طرف ہم قدم بہ قدم اور منزل بہ منزل پیش قدمی کر رہے ہیں، لیکن اگر لمحہ بھر کو سوچیں تو معلوم ہو گا کہ ہمیں سرکاری طور پر نظامِ اسلام رائج ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کی ایک اہم شرط "رزق حلال" ہے۔ اگر ہر فرد حلال کی روزی کمانے کا تہیہ کر لے تو نہ صرف اس کی اپنی زندگی بہت حد تک اسلام کے مطابق ڈھل جائے گی بلکہ اس سے معاشرہ بھی بہت سدھر جائے گا۔
میں محکمہ کسٹمز سے مایوس نہیں ہوں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے لوگ دیانتداری سے کام کر رہے ہیں اور ان کا دامن اتنا ہی بے داغ ہے جتنا کہ کسی بہتر شہرت رکھنے والے محکمے والوں کا، لیکن یہ تلخ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ اس محکمے کی شہرت ان نیک نام افسروں اور کارکنوں کے کارناموں کے مطابق نہیں بلکہ اُن عہدیداروں کی کارستانیوں کے مطابق ہے جو رشوت ستانی کو اپنی زندگی کا معمول سمجھتے ہیں، حکومت ایسے عہدیداروں کو راہِ راست پر لانے کے لئے ضروری اقدامات کرے گی جس سے انشاء اللہ اس محکمے کی شہرت بہتر ہو جائے گی۔

اس سو سال پرانے محکمہ کو موجودہ تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں جس میں قوانین کو بہتر بنانا، اور کمپیوٹر جیسی جدید سہولتیں مہیا کرنا شامل ہیں، لیکن ایک چیز جو تمام کاغذی انتظامات پر سبقت رکھتی ہے

وہ انسانی طرزِ سلوک ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ محکمہ کسٹمز کے عملہ کے متعلق بہت سے لوگوں کی بہت سی شکایات ہیں۔ ان سے مثالی صرف دو طبقوں کا ذکر کروں گا۔ ایک طبقہ وہ ہے جو بیرونِ ملک ملازمت یا کاروبار کرتا ہے۔ اور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی پاکستان بھیجتا ہے اور سال دو سال میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے اپنے ملک واپس آتا ہے۔ اس طبقے کے لوگ متعلقہ ملکوں میں اہم خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کی معیشت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہماری خصوصی توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ان میں سے کئی لوگ ایسے بھی ہوں گے جو مُلکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا ناجائز مراعات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بہُت کم ہے۔ زیادہ تر لوگ قانون کی پابندی کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان قانون کے پابند لوگوں کو بھی گلہ ہے۔

دوسرا طبقہ غیر ملکی مسافروں کا ہے۔ ان میں کئی ایسے ہوتے ہیں جو صرف کراچی شہر ہی میں قیام کر کے آگے نکل جاتے ہیں اور ان کا پاکستان کے عوام اور دوسرے حکام سے واسطہ نہیں پڑتا۔ وہ پاکستان کے متعلق جو تاثر قائم کرتے ہیں اسکا انحصار عموماً کسٹمز کے عملے کے رویّے پر ہوتا ہے۔ اگر ان سے کوئی شخص اخلاق سے پیش آتا ہے تو وہ اچھا تاثر لے کر جاتے ہیں اور اگر کوئی تلخی یا ترشی سے پیش آتا ہے تو وہ خراب تاثر لے کر جاتے ہیں۔ گویا اس لحاظ سے پاکستان کی شہرت بنانے یا بگاڑنے میں کسٹمز والوں کا بہُت ہاتھ ہے۔

عوامی شکایت کے پس منظر میں ساری ذمہ داری کسٹمز پر ڈالنا بھی مناسب نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس محکمے کے افسران اور دیگر عملے کو بڑے نازک فرائض

حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں متعلقہ افراد کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے سرکاری واجبات وصول کرنے کی جانب توجہ دینی پڑتی ہے اور یہ کوئی بھی حکومت نہیں چاہتی کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ان سے واجبات کی وصولی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ لہٰذا کسٹم کے حکام کو اپنا فرض ادا کرنا پڑتا ہے تاکہ حکومت کے واجبات وصول کئے جا سکیں۔ اگر کسٹمز اور ٹیکس دینے والے تمام حضرات یہ سمجھیں کہ وُہ ایک قومی فریضہ ادا کر رہے ہیں اور ان سے وصول کی جانے والی رقم ملک کی فلاح وبہبود پر خرچ کی جائے گی تو معاملات بہت سیدھے ہو جائیں۔

مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ محکمہ کسٹمز نے ہر کلکٹریٹ میں مشاورتی کمیٹیاں تشکیل کی ہیں جن میں تاجروں اور صنعت کاروں کے نمائندے بھی شامل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے شکایات کے ازالے میں مدد ملے گی میں چاہوں گا کہ ہر کسٹم ہاؤس میں عوامی شکایات سننے اور مشکلات کو جلد حل کرنے کے لئے مخصوص سینیئر افسروں کو تعینات کیا جائے اور اگر ایسے افسر دستیاب نہ ہوں تو خود کلکٹرز اس فرض کو ادا کریں کیونکہ ایسی شکایت یا ناانصافی جس کا ازالہ کرنے میں مہینوں بلکہ برسوں لگ جائیں، انصاف ملنے کے بعد بھی تلخی کا باعث رہتی ہے۔ لہٰذا کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ تمام شکایات کو فوری طور پر سُنا جائے اور جائز مشکلات کو جلد از جلد حل کیا جائے۔

آخر میں، میں پاکستان کسٹمز کے تین بنیادی اصولوں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کا ذکر خطبۂ استقبالیہ میں کیا گیا ہے۔ یہ تین اصول "دیانت" "صلاحیت" اور "اخلاق" ہیں۔ میرے خیال میں محکمہ کسٹمز کے ضابطۂ اخلاق کے لئے ان سے بہتر الفاظ منتخب کرنا مشکل ہے۔ اگر کسٹمز کا محکمہ دیانتدار ہے، باصلاحیت ہے اور بااخلاق تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ اپنے فرائض تسلی بخش طریقے سے انجام دے کر نیک نامی حاصل

نہ کر سکے۔

آج میں جس کسٹمز ہاؤس کا سنگِ بنیاد رکھ رہا ہوں اس کو جلد از جلد مکمّل کرنے پر پوری توجہ دی جائے گی، پچاس لاکھ روپے کی رقم پہلے ہی اس کام کے لئے مخصوص ہے۔ انشاء اللہ اگلے مالی سال میں اس کے لئے مزید رقم مختص کی جائے گی۔

اس کے علاوہ مجھے کسٹمز کے افسروں اور عملے کی بعض مشکلات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے، ان میں سے اکثر مسائل کا مجھے پہلے ہی علم تھا اور کچھ کا علم اس تقریب کی وجہ سے ہوا ہے۔ حکومت اپنے محدود وسائل کے باوجود ان مسائل کو حل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے گی۔

میں صد سالہ جشن کی خوشی میں کسٹمز کے کم تنخواہ پانے والے عملے کی بہبود کے لئے پانچ لاکھ روپے کی گرانٹ کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ رقم سی بی آر کے چیئرمین کی نگرانی میں خرچ کی جائے گی۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے آج کی تقریبات میں شرکت کا موقع دیا۔

پاکستان پائندہ باد

فوجی فرٹیلائیزر پلانٹ کی تاسیسی تقریب سے خطاب

۸ مارچ ۱۹۷۹ء

رحیم یار خان سے بائیس میل دور گوٹھ ماچھی میں فوجی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام فوجی فرٹیلائیزر پلانٹ کی تاسیسی تقریب سے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس منصوبے کا دوگونہ فائدہ ہے۔ ایک تو یہ کہ یہاں تیار شدہ کھاد ملک میں زراعتی ترقی کا ذریعہ بنے گی اور یہ کہ اس کی آمدنی سے سابق فوجیوں کی فلاح و بہبود کے لئے وسائل میسر آئیں گے۔ صدر پاکستان نے پر جوش انداز میں کہا کہ جنگ کے طوفان میں آزادی اور غلامی کے درمیان صرف فوج حدِ فاصل بنتی ہے اور آزادی کے تحفظ کے مقدس فرض کو سرانجام دیتے ہوئے ہزاروں فوجی معذور ہو جاتے ہیں۔ ان کی فلاح و بہبود صرف فوج کا نہیں بلکہ پوری قوم کا فرض ہوتا ہے۔ صدر پاکستان نے گوٹھ ماچھی جیسے پسماندہ علاقے میں یہ کارخانہ قائم کرنے کے فیصلے کی تعریف کی اور صنعت کاروں سے اپیل کی کہ وہ بھی اس کی تقلید میں پسماندہ علاقوں میں صنعتیں قائم کریں تاکہ وہاں کے عوام کی اقتصادی حالت بہتر ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝

فوجی فاؤنڈیشن کے منیجنگ ڈائریکٹر، جنرل فرمان،

غیر ملکی مہمانانِ گرامی

اور

معزز خواتین وحضرات!

السّلام علیکم۔ مجھے آج اس تقریب میں شرکت کر کے دلی خوشی ہوئی ہے۔ اس پراجیکٹ میں مجھے دوہری دلچسپی ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف کی حیثیت سے میں چاہتا ہوں کہ سابق فوجیوں اور ان کے خاندان کی فلاح وبہبود کے لئے قائم کی گئی فوجی فاؤنڈیشن روز بروز ترقی کرے اور صدر مملکت کی حیثیت سے میری یہ خواہش ہے کہ ہم صنعتی اور زرعی میدان میں جلد سے جلد آگے بڑھ کر دوسرے ممالک پر اپنا انحصار ختم کریں۔ میں آج کی تقریب میں انہی دو پہلوؤں پر اظہار خیال کروں گا۔

مذکورہ پہلوؤں پر اظہار خیال سے پہلے میں یہ اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ فوجی فاؤنڈیشن کو اس منصوبے کے آغاز پر مبارک باد دوں اور اپنے غیر ملکی مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے اس اہم صنعتی ادارے کو قائم کرنے میں فوجی فاؤنڈیشن کے ساتھ تعاون کیا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ حکومت پاکستان اس کارخانے کو جلد از جلد مکمل کرنے اور کامیاب بنانے کے لئے مدد کرے گی۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے فوجی فاؤنڈیشن دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک فلاحی ادارے کی حیثیت سے وجود میں آئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ فوج سے سبکدوش ہونے والے افراد اور ان کے خاندان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے۔ مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی ہے کہ یہ ٹرسٹ جو ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے کے سرمائے سے قائم ہوا تھا اب تک تیرہ کروڑ روپے فلاحی کاموں پر خرچ کر چکا ہے اور اس سال اس مد پر اخراجات کا تخمینہ پونے چار کروڑ روپے کے لگ بھگ ہے۔ اس رقم سے بہت سے خاندان مستفید ہو رہے ہیں جس کی تفصیل جنرل فرمان اپنے خطبۂ استقبالیہ میں بتا چکے ہیں۔ میں اس کارکردگی پر فوجی فاؤنڈیشن کو مبارک باد پیش کرتا ہوں فوجی فاؤنڈیشن کی ترقی اور توسیع کا سہرا ان افسروں اور کارکنوں کے سر ہے جو گذشتہ تیس پینتیس سالوں سے اس ادارے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ فوجی فاؤنڈیشن کی موجودہ انتظامیہ بھی اس کارِ خیر کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

جن افراد کی بہبود کے لئے یہ ادارہ کام کرتا ہے ان کی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہر کسی کو معلوم ہے کہ جب فرض پکارتا ہے تو افواجِ پاکستان کے افسر اور جوان مادرِ وطن کے دفاع کے لئے فوراً سینہ سپر ہو جاتے ہیں، وہ اپنے اپنے

محاذوں پر بڑی بے جگری سے لڑتے ہیں اور اس نیک کام میں اپنی جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، دنیا کا کوئی انسان پیسے کی خاطر اپنی جان قربان نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ایک جذبہ، ایک لگن اور ایک ولولہ درکار ہوتا ہے جو انسان کو ذاتی سطح سے بالاتر کر کے ملک و قوم کے لئے کچھ کر گزرنے پر اُبھارتا ہے۔ ہمارے وطن کے محافظوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ جذبہ ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے جس کے ایمان افروز مظاہرے ہم کتنی موقعوں پر دیکھ چکے ہیں۔ اس جذبے کا سرچشمہ یہ عقیدہ ہے کہ جب وہ مادرِ وطن کی آن کے لئے صف آراء ہوتے ہیں تو ان کا مقصد صرف جغرافیائی سرحدوں کا دفاع نہیں ہوتا بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ درحقیقت اس نظریے کا دفاع کر رہے ہیں جس کی بنا پر یہ ملک قائم ہوا تھا اور قائم ہے۔

ہر جنگ قربانیاں مانگتی ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی اور اعضاء کی قربانی۔ اگر جان کی قربانی سے گریز کیا جائے تو آن قربان ہو جاتی ہے اسی لئے قومی وقار اور ملکی آن کو بچانے کے لئے ہر جنگ میں سینکڑوں، ہزاروں افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ان کے علاوہ لڑنے والوں کی ایک خاصی تعداد اپنے اعضاء سے محروم ہو جاتی ہے۔

جب جنگ کی سرخ آندھی چلتی ہے تو آزادی اور غلامی کے درمیان حدِ فاصل صرف افواج رہ جاتی ہیں۔ اس دورِ ابتلا میں ہر فرد کی نگاہیں وطن کے محافظوں پر مرکوز ہوتی ہیں۔ اہلِ وطن اُن کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگتے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کے لئے تیار ہوتے ہیں، لیکن جب یہ آندھی تھم جاتی ہے اور امن بحال ہو جاتا ہے تو لوگ ان مجاہدوں کو بھلا کر اپنے معمولات میں کھو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شہیدوں کے پسماندگان اور معذور فوجیوں کے لواحقین کے لئے عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سابق اور معذور فوجیوں کی دیکھ بھال صرف فوج یا

حکومت کا کام نہیں، پوری قوم کا فریضہ ہے اور جو قومیں اپنے محافظوں اور محسنوں کو بھول جاتی ہیں وہ آزاد اور باوقار طریقے سے زندہ رہنے کے حق سے محروم ہو جاتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ماضی میں ملکی سطح پر سابق فوجیوں کی بہبود کے لئے جتنے اقدامات کئے جانے چاہیئے تھے اتنے نہیں کئے گئے۔ جو رفاہی کام آج تک کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں وہ زیادہ تر جی ایچ کیو یا فوجی فاؤنڈیشن نے کئے ہیں۔ قوم نے بحیثیت مجموعی اس کام میں بہت کم حصّہ لیا ہے۔

خواتین و حضرات!

فوجی فاؤنڈیشن پہلے بھی کئی صنعتی ادارے چلا رہی ہے جن سے ملک کی صنعتی ترقی میں بہت مدد ملی ہے۔ آج ایک نئے اور عظیم تر منصوبے پر کام شروع ہو رہا ہے جس سے ملک کی زرعی ترقی میں بھی مدد ملے گی۔

ہماری معیشت کے دو بنیادی ستون ہیں ـــــ صنعت اور زراعت ـــ حکومت ان دونوں شعبوں میں بڑی متوازن اور صحت مند ترقی چاہتی ہے۔ ایک شعبے کو نظر انداز کر کے دوسرے کو ترقی دینے سے قومی مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ گاڑی کے یہ دونوں پہیئے اپنی اپنی جگہ چلتے اور آگے بڑھتے رہیں۔ موجودہ حکومت نے صنعت کاروں کا اعتماد بحال کرنے اور انہیں نئی سرمایہ کاری پر آمادہ کرنے کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں جن میں یہ آئینی ضمانت بھی شامل ہے کہ آئندہ کوئی صنعتی ادارہ معقول وجہ اور معاوضے کے بغیر قومی ملکیت میں نہیں لیا جائے گا۔ زرعی محاذ پر بھی ہم نے زمینداروں اور کسانوں کو بہت سی مراعات دی ہیں جن سے زرعی پیداوار میں اضافے کی توقع ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم زرعی میدان میں، خاص طور پر خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہو جائیں اور صنعتی میدان

میں ہم اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ برآمدات کو فروغ دے سکیں تو ہم ترقی کے عہدِ زرّیں میں داخل ہو جائیں گے۔

زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد بہت اہمیت رکھتی ہے۔ نائٹروجن کھاد کی ہماری سالانہ ضرورت آٹھ لاکھ نوے ہزار پیداواری ٹن (NUTRIENT TON) ہے جس میں سے پچھلے سال صرف تین لاکھ بیس ہزار ٹن کھاد ملکی کارخانوں سے حاصل ہو سکی اور باقی ضرورت پوری کرنے کے لئے دو سو اسّی کروڑ روپے خرچ کرنے پڑے۔ اس سال کھاد کی پیداوار کا تخمینہ چار لاکھ نو ہزار پیداواری ٹن ہے۔ اس اضافے کی وجہ یہ ہے کہ ملتان میں زیرِ تکمیل کارخانے نے حال ہی میں آزمائشی طور پر کھاد بنانا شروع کر دی ہے۔ ایک اور کارخانہ میرپور متھیلو میں زیرِ تعمیر ہے جو انشاء اللہ ایک سال کے اندر اندر پیداوار شروع کر دے گا۔ گوٹھ ماچھی میں قائم ہونے والے اس کارخانے کو پیداواری سطح پر پہنچنے کے لئے دو ڈھائی سال لگیں گے، لیکن جب یہ تینوں کارخانے پیداوار شروع کر دیں گے تو ملک نائٹروجن کھاد میں خود کفیل ہو جائے گا۔

یہ کارخانہ قائم کرتے وقت بجا طور پر گوٹھ ماچھی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس سے ایک تو یہاں کے غریب عوام کو روزگار کی سہولتیں میسّر آئیں گی، دوسرے اس علاقے میں زرعی پیداوار بڑھانے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ گوٹھ ماچھی ملک کے ایسے حصّے میں واقع ہے جہاں سے اس کارخانے کی تیار شدہ کھاد بآسانی ملک کے شمالی اور جنوبی حصّوں میں پہنچائی جا سکے گی۔

میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ملک کے دوسرے صنعت کار بھی فوجی فاؤنڈیشن کی اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے پسماندہ علاقوں میں صنعتیں قائم کرنے پر توجہ

دیں گے۔ اس کام کے لئے انہیں پہلے ہی کئی مراعات دی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی دی جاتی رہیں گی۔ ان مراعات کا مقصد ایسے علاقوں کی ترقی ہے جو ماضی میں ملک کے دوسرے حصوں کی نسبت پیچھے رہ گئے ہیں موجودہ حکومت متوازن طریقے سے ملک کے تمام علاقوں کو ترقی دینے کی پالیسی پر گامزن ہے۔

صنعتی اور زرعی میدانوں میں فوجی فاؤنڈیشن کی غیر معمولی دلچسپی باعث فخر ہے کیونکہ جب تک یہ صنعت کاری اور دیگر ذرائع سے اپنی آمدنی میں اضافہ نہیں کرے گی، یہ رفاہی منصوبوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے گی، لیکن اس کے باوجود میں فوجی فاؤنڈیشن کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ اپنی تخلیق کے بنیادی مقصد کو سامنے رکھے۔ اس کا بنیادی مقصد سابق فوجیوں کی بہبود ہے، صنعت کاری نہیں۔ صنعت کاری صرف اس کے بنیادی مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ بذاتِ خود یہ مقصدِ حیات نہیں۔ اس لئے اسے ایک صنعت کار ادارہ بننے کی بجائے رفاہی ٹرسٹ بننے پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فوجی فاؤنڈیشن پہلے سے بڑھ کر سابق فوجیوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے گی۔

میں اس عظیم الشّان منصوبے کے آغاز پر فوجی فاؤنڈیشن کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے توقع کے مطابق مکمل فرمائے اور جس مقصد کے لئے یہ قائم کیا جا رہا ہے اسے پورا فرمائے۔ آمین!

میں ایک بار پھر غیر ملکی مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے طویل سفر طے کرکے آج کی تقریب میں شرکت فرمائی اور ہماری عزت افزائی کی۔

پاکستان پائندہ باد

معذور فوجیوں اور شہدائے کے لواحقین سے خطاب

۱۹ مارچ ۱۹۷۹ء

فوجی فاؤنڈیشن اور جی ایچ کیو کے تعاون سے معذور سابق فوجیوں اور شہداء کے لواحقین کے لئے کوارٹر تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اس سلسلے میں راولپنڈی اور کھاریاں میں مستحق افراد کو رہائشی کوارٹروں کی الاٹ منٹ کے کاغذات اور کوارٹروں کی چابیاں عطا کی گئیں جن کی لاگت الاٹیوں سے بیس سال میں آسان قسطوں میں وصول کی جائے گی۔ اس سلسلے کی تیسری تقریب پشاور میں منعقد ہوئی جس میں ۲۴ کوارٹروں کی الاٹ منٹ کی گئی۔

اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے سابق فوجیوں اور شہداء کے لواحقین کے لئے کئے گئے مختلف اقدامات کا ذکر کیا۔ انہوں نے معذور فوجیوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی معذوری سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ قوم اور فوج ان کی مدد کے لئے اپنے وسائل کے مطابق ہر خدمت سرانجام دے گی، لیکن انہیں بھی ہمت سے کام لے کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور اپنی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے باعزّت زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ فوجی فاؤنڈیشن کے چیئرمین میجر جنرل (ریٹائرڈ) فرمان علی نے خطبۂ استقبالیہ میں اس منصوبے کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ
نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمِ ہ

جنرل فضل حق،

جنرل اختر،

اور

معزز حاضرین!

السلام علیکم۔ یہ اس طرح کی تیسری تقریب ہے جس میں، میں ذاتی طور پر شریک ہو رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں راولپنڈی اور کھاریاں میں کوارٹروں کی الاٹمنٹ کے کاغذات اور چابیاں مستحق افراد کو دے چکا ہوں۔ ایسی تقریبات میں شامل ہو کر میرے دلی جذبات کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جو مجھے کسی اور تقریب میں نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ یہ تقریب پاکستان آرمی کے ان بہادروں کی یاد دلاتی ہے جو وطن کی آن پر اپنی جان یا اپنے اعضاء قربان کر دیتے ہیں اور خاموشی سے ماضی کا حصّہ بن جاتے ہیں اور دوسری یہ کہ یہ کوارٹر الاٹ کر کے، پاکستان آرمی

اِن بہادروں کے کارناموں کا اعتراف اور اپنے جذبۂ عقیدت کا اظہار کرتی ہے۔

شہیدوں اور غازیوں کی قربانیوں کو کسی مادی یا دنیوی ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔ ان کا صحیح اجر صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے اور اس نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ جو لوگ اس کی راہ میں جہاد کریں گے ان کا درجہ بڑا افضل ہوگا۔ ان افضل لوگوں میں افضل ترین درجہ ان کا ہے جو اس کی راہ میں اپنی جان کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ درجے صرف ان لوگوں کو ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں۔ شہادت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

شہیدوں کو نیک اجر عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر ان کے لواحقین کا خیال رکھنا معاشرے کا فرض ہے۔ اسی طرح جو لوگ ملک کا دفاع کرتے ہوئے معذور ہو جاتے ہیں ان کی فلاح و بہبود بھی قوم کا فرض ہوتا ہے۔ قوم اور معاشرے کو ان کے فرائض یاد دلانے کا یہ مطلب نہیں کہ فوج یا جی ایچ کیو اس ضمن میں اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کر رہا ہے۔ میں آپ کو یقین دِلاتا ہوں کہ فوج اپنے شہیدوں کے لواحقین اور اور معذور اور سابق فوجیوں کی بہبود کے لئے متواتر کوششیں کرتی رہے گی۔ اگر اب تک یہ کوششیں اتنی بار آور ثابت نہیں ہوئیں جتنی ہونی چاہیئے تھیں تو اس کی وجہ صرف وسائل کی کمی ہے، فوج کی عدم دلچسپی نہیں۔ درحقیقت سابق اور معذور فوجیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے اور ان کے مسائل اتنے وسیع ہیں کہ فرداً فرداً تمام لوگوں کی نگہداشت کرنا فوج کے لئے بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جگہ جگہ اس بات پر زور دیتا ہوں کہ قوم اور معاشرے کو بھی اس میدان میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

معذور فوجیوں کو بھی میں مشورہ دوں گا کہ وہ اپنی معذوری سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ ہاتھ، پاؤں، کان، یا آنکھ کی قربانی بہت بڑی قربانی ہے مگر درحقیقت دیکھا

جائے تو کسی ایک عضو کے بیکار ہونے سے انسان بالکل ناکارہ نہیں ہو جاتا۔ اس میں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اتنی صلاحیتیں باقی رہ جاتی ہیں کہ اگر وہ ہمت سے کام لے تو اپنی زندگی باعزت طریقے سے گزار سکتا ہے۔ ان معذور مگر باہمت فوجیوں کی مدد کرنے کے لئے کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔ جہاں ایسے کاموں کی ٹریننگ دی جاتی ہے جنہیں سیکھ کر وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک جی ایچ کیو کا تعلق ہے، یہ سابق فوجیوں کی فلاح و بہبود کے کئی منصوبوں پر عمل کر رہا ہے جن میں سے ایک مکانوں کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔ اس منصوبے کے تحت طے پایا کہ سرکاری خرچ پر کوارٹر بنا کر معذور فوجیوں کو دیئے جائیں جس کی لاگت وہ بیس سال میں آسان سہ ماہی قسطوں میں ادا کریں اور ان سے رقم پر کوئی سود نہ لیا جائے۔ حکومت نے اس مقصد کے لئے ستر لاکھ روپے دیئے تھے جس میں کچھ رقم جی ایچ کیو کی طرف سے ڈال کر کام کا آغاز کیا گیا۔ جی ایچ کیو کی لگن اور متعلقہ عملے کی محنت سے اب تک ۱۲۸ مکان تیار کر کے مستحق افراد کو دیئے جا چکے ہیں۔ ان میں ۹۶ مکان راولپنڈی میں، ۱۶ کھاریاں میں اور آٹھ آٹھ مکان سیالکوٹ اور جہلم میں واقع ہیں۔ ان کے علاوہ ۲۴ مکانوں کی چابیاں آج کی تقریب میں مستحق لوگوں کے حوالے کی جا رہی ہیں۔ اسی منصوبے کے تحت بارہ کوارٹر کوہاٹ میں، بائیس فیصل آباد میں اور مزید بارہ کوارٹر کھاریاں چھاؤنی میں تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ صوبہ سرحد کی خدمات اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے یہ اعلان کر کے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ پشاور میں موجودہ ۲۴ کوارٹروں کے علاوہ سولہ کوارٹر اور کوہاٹ میں بارہ کی بجائے چوبیس کوارٹر تعمیر کئے جائیں گے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ پشاور میں ان چوبیس کوارٹروں کی تعمیر پر چونتیس ہزار پانچ سو روپے فی کوارٹر خرچ آیا ہے جو مہنگائی کے موجودہ زمانے میں بہت مناسب

ہے اس کامیابی پر میں ان تمام افسروں اور ایم ای ایس کے عملے کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے ذاتی دلچسپی اور تندہی سے کام لے کر یہ کارنامہ انجام دیا۔

کوارٹروں کی تعمیر کے علاوہ شہداء کے لواحقین، معذور، سابق اور حاضر سروس فوجیوں کی فلاح وبہبود کے لئے کئی اور اقدامات بھی کئے جا رہے ہیں جن میں چند ایک کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں:

(ا) ریٹائرڈ سردار صاحبان، عہدیداروں، اور جوانوں کی پنشن اور ان کے لواحقین کی فیملی پنشن میں اضافہ کیا جا چکا ہے اور ان کی ادائیگی کا طریقہ کار بھی آسان بنا دیا گیا ہے۔

(ب) لازمی اور عام گروپ انشورنس کی رقمیں بڑھا دی گئی ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ آسان بنا دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں گروپ انشورنس کی سہولت فوج سے حال ہی میں ریٹائر ہونے والوں کے لئے دس سال یا ۶۰ سال کی عمر تک بڑھا دی گئی ہے۔ ۱۹۷۸ء کے دوران تقریباً ۴۶ لاکھ روپے بطور بیمہ فوجیوں کے لواحقین کو ادا کئے گئے ہیں۔

(ج) تعلیمی وظائف کی شرح میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر شہداء اور معذور فوجیوں کے بچوں کے لئے تعلیمی وظائف دوگنے کر دیئے گئے ہیں اور پچھلے سال سے یہ وظائف پہلی جماعت ہی سے جاری ہیں۔ اس وقت شہداء کے آٹھ سو پچاس اور سابق فوجیوں کے تقریباً ۲۴ ہزار بچے وظائف حاصل کر رہے ہیں۔

(د) پیشہ ورانہ کالجوں میں فوجیوں کے بچوں کے لئے مخصوص نشستوں

کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے ان کی تعداد تقریباً پچاس تھی جو کہ اب ۴۰۰ سے زائد ہو چکی ہے۔ کل نشستوں میں سے بالترتیب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے شہیدوں کے بچّوں کے لئے ۵۰ فیصد اور معذور فوجیوں کے بچوں کیلئے ۲۵ فیصد نشستیں مخصوص کی گئی ہیں اور ہر سال اسی نسبت سے نشستیں الاٹ کی جاتی ہیں۔

(س) ریٹائر ہونے سے پہلے سردار صاحبان اور جوانوں کو موزوں فنی تربیت دینے کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں جن کے تحت تقریباً دو ہزار افراد ہر سال تربیت مکمل کرتے ہیں۔ ان سہولتوں میں مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔

(ط) ملک بھر میں صوبائی حکومتوں نے کم قیمت والی ہاؤسنگ اسکیمیں جاری کی ہیں۔ اِن اسکیموں میں پانچ فیصد پلاٹ سابق اور حاضر فوجیوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ ان کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں جی ایچ کیو نے درخواستیں طلب کر لی ہیں اور الاٹمنٹ جلد کر دی جائے گی۔

(ع) جن فوجی حضرات نے ۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران شہادت پائی یا ان کے ایک یا دو اعضاء ناکارہ ہو گئے اور وہ بیمہ اسکیم کے تحت کسی مالی امداد کے مستحق نہیں تھے، ان کے لواحقین کو بھی اب تک تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے ادا کئے جا چکے ہیں۔

(ف) سابق فوجیوں کے لئے طبّی امداد اور دانتوں کے علاج کی سہولتوں میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے فوجی فاؤنڈیشن نے سات

ہسپتال، آنکھوں کے علاج کے کئی کیمپ اور چند گشتی شفا خانے کھول رکھے ہیں۔

(ق) سابق فوجیوں کی سہولت کے لئے فوجی فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا ہے جو سابق فوجیوں کو بیرونِ ملک ملازمت دلانے کے لئے تمام ضروری سہولتیں مہیّا کر رہا ہے۔

(گ) سابق فوجیوں کی بیویوں اور بچیّوں کے لئے کئی مقامات پر دستکاری سنٹر کھولے گئے ہیں جہاں ماہانہ وظیفے کے علاوہ انہیں کام کی اجرت بھی ادا کی جاتی ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ یہ اقدامات اتنے وسیع ہونے کے باوجود ان خدمات کا بدل نہیں جو فوج کے جوان، سردار صاحبان اور افسر امن اور جنگ کے دوران انجام دیتے ہیں، لیکن فلاح وبہبود کے ان اقدامات کو اگر صحیح پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فوج محدود وسائل کے باوجود شہیدوں کے لواحقین اور معذور اور سابق فوجیوں کے لئے بہت کچھ کرنے کا جذبہ اور لگن رکھتی ہے اور یہ کوششیں اسی جذبے اور لگن کا ایک عکس ہیں۔

کوارٹروں کی الاٹمنٹ کے علاوہ آج جو انعامات یا تحائف دیئے جا رہے ہیں وہ بھی اسی جذبۂ خدمت اور اظہارِ تشکر کا ذریعہ ہیں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

میں آخر میں کوارٹر حاصل کرنے والوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ان گھروں میں عزت اور سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں، آمین۔

افواج پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

یوم پاکستان کے موقع پر صدر کا خطاب

۲۳ر مارچ ۱۹۷۹ء

یوم پاکستان کے موقع پر مسلح افواج کی پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے صدرِ پاکستان، جنرل محمد ضیاء الحق نے اندرونی انتشار اور بیرونی جارحیت سے ملک کے دفاع کے سلسلے میں افواج پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

صدر پاکستان نے آئندہ انتخابات کے لئے ۱۷ر نومبر کی تاریخ کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں عوام کے منتخب نمائندوں کو انتقالِ اقتدار ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات سے قبل ۱۹۷۳ء کے دستور میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں گی جن سے صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن پیدا ہو اور آئندہ ایسی صورتحال پیدا نہ ہو جس میں فوج کو مداخلت کرنی پڑے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وطنِ عزیز کے پاسبانو!

السّلام علیکم۔ یوم پاکستان کے مبارک موقع پر مسلح افواج کی یہ شاندار پریڈ دیکھ کر مجھے دلی مسرّت ہوئی ہے۔ میں آپ کو عمدہ ٹرن آوٹ، چاق وچوبند حرکات اور پُراعتماد کارکردگی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ عظیم الشّان پریڈ اس ناقابلِ فراموش دن کی یاد دلاتی ہے جب آج سے ۳۹ سال پہلے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے یہ عہد اور عزم کیا تھا کہ وہ ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے ایک علیحدہ مملکت قائم کریں گے تاکہ وہ اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ اس عہد کا پہلا حصّہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پورا ہوگیا جب مسلمانوں نے حضرت قائدِاعظم محمد علی جناح کی بے مثال قیادت میں بے شمار مشکلوں اور قربانیوں کے بعد ایک علیحدہ وطن حاصل کرلیا۔ اس عہد کے دوسرے حصّے کو جس میں دین اسلام کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا عزم کیا گیا تھا، پورا کرنے کی سعادت موجودہ

حکومت کو افواجِ پاکستان اور عوام کے تعاون سے حاصل ہوئی ہے اور اس نے نظامِ اسلام رائج کرنے کے لئے عملی اقدام کا آغاز کیا ہے۔ میں اس سعادت اور اعزاز پر آپ سب کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔

پاکستان کے سپاہیو! آپ کی عظمت اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ آپ اسلام کے خادم اور سپاہی ہیں۔ اسلام کا سپاہی ایک قطعۂ زمین کا ہی نہیں پورے اسلامی نظریئے کا بھی تحفّظ کرتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے اسلام کی خدمت سے بڑھ کر اس دنیا میں اور اگلی دنیا کوئی اعزاز نہیں۔

افواجِ پاکستان کے لئے بنیادی اہمیت

اس اعزاز کو پانے کے لئے اور برقرار رکھنے کے لئے دو چیزیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ پہلا جذبۂ ایمانی دوسرا ضروری جنگی سامان۔ جہاں تک جذبے کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلح افواج میں اس کی کوئی کمی نہیں، کیا افسر اور کیا جوان، سبھی ماشاء اللہ جذبۂ اسلام سے سرشار ہیں اور نظریۂ پاکستان اور ملکی حفاظت کے لئے عظیم سے عظیم قربانی دینے کو تیار ہیں۔ جنگی سامان کی حالت بھی تسلّی بخش ہے اور مسلح افواج ملک کے مؤثر دفاع کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے اردگرد جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور ہمارے بعض پڑوسی جس طرح اپنے آپ کو جدید جنگی ساز و سامان سے لیس کر رہے ہیں، ہم ان سے نہ تو بے خبر ہیں اور نہ ہی لاتعلق رہ سکتے ہیں۔ ہمیں ملکی دفاع کا پورا پورا احساس ہے اور دفاعی تقاضے پورے کرنے کے لئے، ملکی وسائل کا خیال رکھتے ہوئے تمام ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں، کچھ اقدامات پہلے ہی بارآور

ثابت ہو چکے ہیں اور بعض کا اثر انشاء اللہ مستقبل قریب میں ظاہر ہو گا۔ ان اقدامات سے ہماری افواج کی دفاعی صلاحیت بتدریج بہتر ہو رہی ہے اور انشاء اللہ آگے چل کر مضبوط تر ہوتی جائے گی۔ آپ کی حکومت کو آپ کی ضروریات کا پورا احساس ہے، چاہے ان کا تعلق ذاتی بہبود سے ہو یا اسلحے کی فراہمی سے۔

میرے بہادر جوانو! ہماری تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی سپاہ عموماً اپنے حریفوں کے مقابلے میں تعداد میں کم رہی ہے، لیکن انہوں نے اکثر اوقات اس کمی کو بہتر جذبۂ ایمانی اور اعلیٰ پیشہ وارانہ صلاحیت سے پورا کر دکھایا ہے۔ اس لئے اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ مادّی وسائل کی کمی کو بہتر جذبۂ ایمانی اور بہتر ٹریننگ سے پورا کیجئے تو یہ کوئی محض فلسفیانہ نصیحت نہیں ہو گی ہماری چودہ سو سالہ تاریخ بھی ہمیں یہی درس دیتی ہے۔ مجھے اور پوری قوم کو افواجِ پاکستان کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد اور فخر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وقت نے پھر کبھی امتحان میں ڈالا تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قومی اعتماد پر پورا اتریں گے۔

جہاں تک پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات کا ذکر ہے میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے تمام پڑوسی ممالک سے دوستانہ اور پُرامن تعلقات چاہتے ہیں۔ ہم کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے اور نہ کسی ملک کو اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ہمارے معاملات میں مداخلت کرے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم عزت اور برابری کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے آزادی کی فضا میں ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ میری دعا ہے کہ اس نیک کام میں خدا تعالیٰ ہمارا نگہبان ہو۔

افواجِ پاکستان کا عظیم سرمایہ

مسلح افواج کی ضرورت صرف میدانِ جنگ میں ہی نہیں ہوتی، زمانۂ امن میں بھی یہ قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک پر سیلاب کا حملہ ہو یا کوئی اور آفت، ٹڈی دَل کی روک تھام ہو یا دشوار گزار علاقوں میں سڑکوں کی تعمیر، افواج پاکستان نے ہر آڑے وقت میں اہلِ وطن کی بے لوث خدمت کی ہے۔ اس خدمت سے اہلِ وطن کے دلوں میں ان کے لئے جذبۂ عزت اور گہرا ہوا ہے اور دونوں میں باہمی افہام و تفہیم کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ افہام اور یگانگت کا یہ جذبہ افواجِ پاکستان کا عظیم سرمایہ ہے کیونکہ جب کوئی ملک کی آن کو للکارتا ہے تو مسلح افواج اسی جذبۂ محبت کے ساتھ پوری قوم کی پشت پناہی میں دفاعِ وطن کے لئے ڈٹ جاتی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں جنگی ہتھیار، دل میں جذبۂ ایمان اور پشت پر پوری قوم کی حمایت ہوتی ہے جو انہیں بڑے سے بڑے امتحان میں سرخرو کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو ہمیشہ تروتازہ رکھے۔ آمین!

وطن کے جیالے سپاہیو! ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کو جو حالات ملک کو درپیش تھے، ان کا آپ سب کو علم ہے۔ میں سیاسی محاذ آرائی اور بے یقینی کی اس حالت کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا جس نے ملک کو خانہ جنگی، اندرونی خلفشار اور تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا۔ مسلح افواج کو ملک کے وسیع تر مفاد میں جو ضروری کارروائی کرنا پڑی تھی، بعد کے حالات نے اسے درست ثابت کر دیا ہے۔ آج اگر ہم پیچھے مڑ کر دیکھیں تو یہ جان کر اطمینان اور سکون ملتا ہے کہ افواج کی بروقت مداخلت سے ملک مایوسی کی دلدل سے نکل کر روشن مستقبل

کی طرف گامزن ہوگیا ہے۔

میرے بہادر سپاہیو! آپ کو یاد ہوگا کہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو میں نے اپنی پہلی نشری تقریر میں کہا تھا کہ ملک کا مستقبل اور ملک کی بہتری جمہوریت میں ہے، اسلامی جمہوریت میں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے وعدہ کیا تھا کہ ہماری منزل اسلامی جمہوریت ہے اور انتخابات کے ذریعے اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کردیا جائے گا۔ اگرچہ بعد کے حالات نے ہمارے تین ماہ کے منصوبے کو کامیاب نہ ہونے دیا، لیکن جس مقصد کا تعیّن ہم نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو کیا تھا، وہ کبھی بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔ گزشتہ اٹھارہ، انیس مہینوں میں ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ جمہوریت کی طرف سفر کی رفتار کو کس طرح تیز تر کیا جائے اس سلسلے میں ہم نے دیگر اقدامات کے علاوہ الیکشن مشینری بھی تشکیل دیدی تھی اور اسے ازسرِنو انتخابی فہرستیں تیار کرنے اور نئے سرے سے انتخابی حلقہ بندی کرنے کا کام سونپا تھا۔ الیکشن کمیشن اپنا کام پوری تیزی سے کر رہا ہے اور انتخابی فہرستیں چند دنوں میں انشاء اللہ شائع کی جا رہی ہیں۔

انتخابات کا سال

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے موجودہ سال کو انتخابات کا سال کہا تھا۔ آج یوم پاکستان کے مبارک موقع پر مجھے یہ اعلان کرکے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اب اس وعدے کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آگیا ہے۔ مجھے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ عوام کی ایک بڑی تعداد فی الحال الیکشن کرانے کے حق میں نہیں ہے۔ انہیں اس بات کا خدشہ

ہے کہ الیکشن کے بعد کہیں ہمارا ملک، ایک بار پھر سیاسی افراتفری کا شکار نہ ہو جائے۔ بعض لوگ تو یہاں تک مشورہ دیتے ہیں کہ مغربی طرز کے انتخابات ہمارے مذہب میں جائز ہی نہیں۔ میں ان تجویزوں اور مشوروں کی عزّت کرتا ہوں مگر اس کے باوجود میں آج الیکشن کمیشن کی سفارش پر عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر رہا ہوں، کیوں کہ میں دلی طور پر سمجھتا ہوں کہ الیکشن اس ملک کی اہم ضرورت ہے۔ ہم صرف اسلامی اور جمہوری اداروں کے ذریعے ہی عوام کو اقتدار میں شریک کر سکتے ہیں اور جمہوری طریقوں سے ہی ملکی یکجہتی کو فروغ دے سکتے ہیں اور یہ جمہوریت اسلامی طرزِ جمہوریت ہونی چاہیئے۔

ہمارا ارادہ تھا کہ عام انتخابات اکتوبر تک ضرور ہو جائیں، چنانچہ اس کام کی تیاری کے لئے پچھلے سال الیکشن کمیشن نے اپنی کارروائی شروع کر دی تھی لیکن جب سرکردہ سیاسی راہنماؤں نے اصرار کیا کہ انتخابی فہرستوں کی تیاری کے لئے حلف نامے کی عبارت کو ضرور بدلا جائے خواہ اس کی وجہ سے انتخابات میں تاخیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس تاخیر کی میعاد تقریباً دو ماہ بنتی تھی، لیکن الیکشن کمیشن نے میری ہدایت پر پوری مستعدی سے اپنا کام جاری رکھا، اس تاخیر کو کم کرنے کی کوشش کی اور ابتدائی انتظامات جلد از جلد مکمّل کئے۔ میں اسے اس کی کارکردگی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

انتخابات کی تاریخ

الیکشن کمیشن نے مختلف باتوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ سفارش کی ہے کہ عام انتخابات کے لئے موزوں تاریخ ۱۷ نومبر ہے۔ کمیشن نے اس تاریخ کا تعیّن کرتے

وقت اپنے لائحۂ عمل کے علاوہ ان باتوں کا بھی خیال رکھا ہے کہ رمضان المبارک اگست کے آخر میں ختم ہوتا ہے اور سیاسی راہنما چاہتے ہیں کہ انہیں ماہِ رمضان کے بعد انتخابی مہم چلانے کے لئے کافی وقت دیا جائے، پھر عید الاضحیٰ ۳۱ اکتوبر کو پڑتی ہے، ملک کی اکثر آبادی اس تہوار کی خوشیاں منانے میں مصروف ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنے اپنے انتخابی حلقوں سے عزیز و اقارب کے ساتھ عید منانے چلے جاتے ہیں۔ پھر ۲۰ نومبر کو محرم الحرام کا مہینہ شروع ہوتا ہے اور نومبر کے بعد ملک کے اکثر حصے سردی کی زد میں آجاتے ہیں۔

میں نے الیکشن کمیشن کی سفارش قبول کرتے ہوئے آئندہ انتخابات اسی سال انشاء اللہ ۱۷ نومبر، ہفتہ کے روز کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس روز ووٹرز نئی تیار شدہ فہرستوں کے مطابق جذبۂ اسلام کے تحت قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے نیک ارکان منتخب کریں گے۔ یہ انتخابات ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس دن کو ہم سب کے لئے مبارک کرے اور قوم کو صحیح قیادت نصیب کرے تاکہ ہم جلد از جلد اپنی جمہوری منزل کی طرف گامزن ہوسکیں۔

انتخابی مہم

الیکشن شیڈول کا اعلان عنقریب چیف الیکشن کمشنر کریں گے۔ البتہ دو باتوں کا ذکر میں یہاں کرنا چاہتا ہوں کہ ایک یہ کہ انتخابی مہم زیادہ طویل نہیں ہوگی اور دوسری یہ کہ انتخابی مہم کسی حالت میں بھی سیاسی انتشار کا باعث نہیں بننی چاہیئے، تمام سیاسی مراحل پرامن طور پر عبور کئے جائیں گے۔ لہٰذا انتخابی مہم کے لئے صرف اتنا وقت دیا جائے گا جو ملک کے حالات کے مطابق موزوں ہوگا۔ انتخابی مہم کے

آغاز کا اعلان مناسب وقت پر کیا جائے گا۔ فی الحال سیاسی سرگرمیوں پر موجودہ پابندیاں نافذ العمل رہیں گی۔

انتخابی مہم چلانے کے لئے ایک ضابطہ جاری کیا جائیگا جس پر عام سیاسی پارٹیوں اور امیدواروں کو عمل کرنا ہو گا۔ اس ضابطے کی ایک اہم شق یہ ہو گی کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں متفقہ طور پر طے شدہ بنیادی مسائل کو انتخابی مہم کا موضوع نہیں بنایا جائے گا۔ ان مسائل میں مثال کے طور پر موٹے موٹے یہ موضوع شامل ہیں۔

۱۔ اسلامی نظریۂ پاکستان۔
۲۔ وفاقی پارلیمانی نظامِ حکومت۔
۳۔ صوبائی خود مختاری۔

اس ضابطے کی تفصیلات انتخابی مہم شروع ہونے سے پہلے شائع کر دی جائیں گی۔

یہ انتخاب مسلح افواج اور عدلیہ کی نگرانی میں ہوں گے اور انشاء اللہ ملک کو اپنی جمہوری منزل کی طرف لے جانے کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

آئندہ طرزِ حکومت وفاقی پارلیمانی ہو گا جسے ۱۹۷۳ء کے آئین میں اتفاق رائے سے منظور کیا گیا تھا۔ پارلیمانی نظامِ حکومت بذاتِ خود ایک مقصد یا نصب العین نہیں ہے۔ یہ ملک کے نظم و نسق کو ایسے طریقہ سے چلانے کا ایک ذریعہ ہے جس میں عوام کی امنگوں، عدل و انصاف اور استعدادِ کار یعنی EFFICIENCY کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جمہوری طرزِ حکومت کو کامیابی سے چلانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انتقالِ اقتدار کے بعد ملک کسی فرد کے آمرانہ رویّے، سیاسی پارٹیوں کی کثرت

یا کسی اور وجہ سے انتشار کا شکار نہ ہونے پائے۔ میرا یہ خدشہ محض وہم نہیں ہماری تاریخ اس کی تائید کرتی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسکندر مرزا، فیلڈ مارشل محمد ایوب خان، جنرل یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو کیوں پُر امن طریقے سے اقتدار منتقل نہ کر سکے۔ ان کی ذاتی ہوس کی وجہ تھی۔ کیا اس کی ایک بڑی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا طریقِ کار، مشینری یا ادارہ نہیں تھا جو اس بات کی ضمانت دے سکتا کہ انتقالِ اقتدار کے لئے جن باتوں پر مفاہمت ہوئی ہے ان پر اقتدار منتقل ہونے کے بعد صحیح معنوں میں عمل کیا جائے گا۔

قابلِ عمل طریقِ کار

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں یہ ہماری قومی ضرورت ہے کہ ہم ماضی کے تجربات سے سبق سیکھتے ہوئے ایک ایسا جامع اور قابل عمل طریقِ کار وضع کریں جو ہمیں آئندہ سیاسی انتشار سے بچا سکے، مثال کے طور پر وزیر اعظم اور صدر مملکت کے درمیان اختیارات کی تقسیم اس طرح ہونی چاہیئے کہ ایک مطلق العنان آمر اور دوسرا بے بس و بے اختیار ہو کر نہ رہ جائے۔

اختیارات کے توازن کی ایک مثال ۱۹۵۶ء کے آئین میں ملتی ہے جسے موجودہ حالات کے مطابق ڈھال کر ۱۹۷۳ء کے آئین کا حصہ بنایا جا سکتا ہے تاکہ انتقال اقتدار کے بعد ایک ایسی مشینری، ادارہ یا طریقۂ کار وضع کیا جا سکے جو الیکشن کے بعد تمام قوتوں کو آئین کی متعین کردہ حدود کے اندر رکھ سکے۔ اور اس بات کی ضمانت دے کہ نو منتخب حکومت کم از کم کچھ عرصے کے لئے پُر امن طور پر چل سکے تاکہ جمہوری نظام کو استحکام دینے میں مدد ملے۔

یہاں میں کسی قسم کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کی مجوزہ تقسیم کے بعد بھی، پارلیمانی نظام کیمطابق انتظامیہ کا سربراہ یا (CHIEF EXECUTIVE) وزیر اعظم ہوگا جس کو ملکی نظم ونسق چلانے کے لئے تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور صدر اسلامی جمہوریہ کی علامت اور آئین کا محافظ ہوگا۔

اختیارات میں توازن

صدر اور وزیرِ اعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے کی ضرورت پر سبھی متفق ہیں، البتہ اس کے طریقۂ کار کے متعلق کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ کارِ خیر بلا تاخیر انجام دینا چاہیئے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ کام آئندہ اسمبلی پر چھوڑ دیا جائے۔ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے ذہن میں کچھ سوال ابھرتے ہیں۔ مثلاً اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ اسمبلی میں کسی جماعت کو اتنی اکثریت حاصل ہوگی کہ وہ آئین میں ترمیم کر سکے یا کیا یہ خارج از امکان ہے کہ انتقال اقتدار کے فوراً بعد وزیرِ اعظم کی گدی کے لئے رسہ کشی شروع ہو جائے گی، جس کی وجہ سے آئینی ضروریات پسِ پشت پڑ جائیں گی یا صدر اور وزیرِ اعظم میں متوازن اختیارات کی تقسیم جیسے اہم مسئلے پر اتفاقِ رائے قائم بھی رہ سکے گا یا نہیں! ان خدشات کے پیشِ نظر یہی موزوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری ترمیم انتخابات سے پہلے ہی کر دی جائے۔ اور انشاء اللہ ہم اسے بھی پورا کریں گے۔

آئین میں تبدیلی، وزیرِ اعظم اور صدر کے اختیارات کی تقسیم یا سیاسی پارٹیز کے ایکٹ میں ردوبدل سے ہماری کوشش یہ ہے کہ اپنے مروّجہ سیاسی نظام میں

کوئی انقلابی تبدیلیاں لائے بغیر اسے اپنے لوگوں کے مزاج کے مطابق ڈھالا جائے تاکہ ہمارے ملک میں اس کی کامیابی کے امکانات بہتر ہو سکیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی سسٹم کے ناکام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہوتا جن پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

وطن کے بہادر سپاہیو! مسلح افواج نے ڈیڑھ سال پہلے جس عزم کا اظہار کیا تھا۔ آج اسے پورا کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت اور توفیق دے کہ ہم پروگرام کے مطابق ملک کی باگ ڈور عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ ماضی میں ہر امتحان پر پوری اتری ہے۔ چاہے اس کا تعلق قیامِ پاکستان سے ہو یا بقائے پاکستان سے۔ مجھے یقین ہے کہ جس عظیم قوم نے قائداعظم کی بے مثال قیادت میں جمہوری طریقے سے پاکستان بنایا اور بعد میں جمہوریت کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دیں، وہ اب بھی اس موقع پر بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کو اپنی جمہوری منزل تک پہنچانے میں انشاءاللہ کامیاب ہو جائے گی اور صحیح قیادت کا انتخاب کرے گی۔

افواجِ پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

۲۵ پنجاب بٹالین (الاسد) کو قومی پرچم اور رجمنٹل کلر عطا کرنے کی تقریب سے خطاب

۲۸ مارچ ۱۹۷۹ء

۲۵ پنجاب بٹالین کو سیالکوٹ میں قومی پرچم اور رجمنٹل کلر عطا کیا گیا۔ اس بٹالین کو "الاسد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اس اعزاز پر بٹالین کو مبارکباد پیش کی اور بٹالین کے تاریخی کارناموں کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ افواج کو پرچم دینے کی روایت اسلام کے اس ابتدائی دور سے چلی آ رہی ہے جب حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہ، کو پرچم عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ "الاسد" بٹالین قومی پرچم اور رجمنٹل کلر کا اعزاز پا کر پہلے سے زیادہ جوش و جذبہ سے اپنی کارکردگی کو نہ صرف برقرار رکھے گی بلکہ اس میں اضافہ کرے گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

۲۵ پنجاب بٹالین کے افسران،
سردار صاحبان،
اور جوانو!

السلام علیکم۔ آپ کی بٹالین کو قومی پرچم اور رجمنٹل کلر دیئے جانے کے اس تاریخی موقع پر میں آپ کو دلی مُبارکباد دیتا ہوں۔ اگرچہ آپ کی بٹالین کا قیام ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے اختتام پر عمل میں لایا گیا اور اس لحاظ سے یہ بٹالین کئی دیگر یونٹوں سے جونیئر ہے، تاہم اس نے ہر آزمائش میں انتہائی جُرأت مندی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب اور کامران رہی ہے۔ اس بٹالین نے جو "الاسد" کے نام سے موسوم ہے، اپنی شجاعت اور دلیری کے جو جوہر دکھلائے ہیں اُن کے پیشِ نظر یہ اسم بامسمّٰی کہلانے کی مستحق ہے۔ ۱۹۶۶ء کے نصف اوّل میں تقریباً چار ماہ تک

واہگہ سیکٹر میں تعینات رہنے کے بعد اس نے لاہور چھاؤنی میں ساڑھے تین سال گزارے اس کے بعد اُسے ملک کے دوسرے حصے میں منتقل کیا گیا جہاں ہنگامے برپا ہو چکے تھے۔ وہاں اس بٹالین کے شیر دل بہادروں نے کامیابی کے ساتھ ہنگاموں کو دبا دیا اور صورتِ حال پر قابو پالیا۔

۱۹۷۱ء میں آپ کی اس بٹالین کو جس کی نفری اس وقت پُوری بھی نہ تھی مختلف مقامات پر امن عامہ کی بحالی کی کڑی ذمّہ داری سونپی گئی۔ ساتھ ہی اسے مواصلاتی مراکز اور دیگر اہم تنصیبات کے تحفّظ کے فرائض بھی سونپے گئے انتہائی حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات کے باوجود یہ بٹالین بے جگری سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی۔ اس نے ہر محاذ پر کارہائے نمایاں کیے اور غیر متزلزل فرض شناسی سے کام لیتے ہوئے سرخروئی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتی رہی۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کی بٹالین نے کٹھن کٹھن لمحات میں بھی پاک افواج کی روشن روایات کو برقرار رکھا جو یقیناً ایک لائق تحسین کارنامہ ہے۔

آج آپ کو رجمنٹل کلر کے علاوہ قومی پرچم بھی مل رہا ہے جو ایک قابلِ فخر اعزاز ہے۔ رجمنٹل کلر آپ کی بٹالین کے تشخص کی علامت ہے اس اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی رجمنٹ کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی پیشہ وارانہ مہارت میں روز بروز اضافہ کریں اور پوری جانفشانی کے ساتھ اپنی کارکردگی کو خوب سے خوب تر بنانے کی سعی کرتے رہیں۔ قومی پرچم آپ پر قوم کے مکمل اعتماد کا مظہر ہے۔ اس پرچم کے تقدس کی نگہداشت آپ کا فرض منصبی ہے۔ اس پرچم کو پاکستان کی امانت جان کر آپ کو وطنِ عزیز کے دفاع کے مقدس

فرض کی ادائیگی کے لئے دلیری کے ساتھ ہر وقت سینہ سپر ہونا ہوگا اور اپنے دل میں ایثار و قربانی کے جذبے اور لگن کو فروغ دیتے رہنا ہوگا۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا افواج کو پرچم دینے کی روایت اسلام کے ابتدائی دَور سے چلی آرہی ہے۔ اس روایت کا آغاز اس وقت ہوا جب حضور اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پرچم عطا فرمایا تھا۔ پرچم ایک فوجی دستے میں اتحاد اور تنظیم کی علامت ہوتا ہے اور اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کے سائے میں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور بڑے سے بڑے خطرے کو خاطر میں نہ لائیں۔ پرچم کی عظمت کا تحفّظ ایک مقدّس فرض ہے جس کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ہر مجاہد کے دل میں حب الوطنی، وفاداری، ایثار اور قربانی کے جذبات ہمہ وقت پروش پاتے رہیں۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ آپ ان اوصاف اور بہترین پیشہ ورانہ مہارت سے لیس ہو کر ہر معرکے میں اعلیٰ کارکردگی کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہیں گے۔

آج کی پریڈ میں آپ کا عمدہ ٹرن آؤٹ اور جوش و خروش دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور مجھے پورا بھروسہ ہے کہ وطن عزیز کے دفاع میں آپ ہر وقت مستعدی اور پامردی کے ساتھ ایسی خدمات انجام دیتے رہیں گے جس پر آپ کی قوم فخر کر سکے۔

آج کا دِن آپ کی بٹالین کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اس یادگار موقع پر ایک بار پھر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور بارگاہِ ایزدی میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر مرحلے میں آپ کو کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

پاکستان پائندہ باد!

پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب

۲۹ر مارچ ۱۹۷۹ء

پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کے کانووکیشن کی تقریب میں صدر پاکستان، جنرل محمد ضیاء الحق نے گریجویٹ کیڈٹوں میں اسناد تقسیم کیں۔ پی ایم اے کاکول میں عسکری تربیت کے ساتھ ساتھ گریجویشن کے درجے تک تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

تقسیم اسناد کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر پاکستان نے کہا کہ کاکول کی درس گاہ میں بیک وقت عسکری اور کتابی تعلیم کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دفاع وطن صرف جسمانی قوت سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے ذہنی صلاحیت اور ناقابل شکست ذہنی حصار لازمی ہیں۔ ذہنی صلاحیت میں ہتھیاروں کا استعمال، جنگی چالوں کا مطالعہ اور جدید طریق جنگ سے واقفیت شامل ہیں جبکہ ذہنی حصار ایمانی قوت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر قرآن و سنت کو اپنے کردار کی بنیاد بنایا جائے تو وہ قوت اور صلاحیت حاصل ہو سکتی ہے جو نہ صرف میدانِ جنگ بلکہ کارزارِ حیات میں معاون و رہنما ثابت ہو گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ٥

اکیڈمی کے کمانڈنٹ، بریگیڈیئر عمران اللہ خان،

انسٹرکٹرز،

جنٹیلمین کیڈٹس،

مہمانانِ گرامی

اور

حاضرین کرام!

السّلام علیکم۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی کے تقسیمِ اسناد کے جلسے میں شرکت میرے لئے خوشی اور عزّت کا باعث ہے جس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آج کی تقریب میں اسناد اور دیگر انعامات پانے والے کیڈٹس کو دلی مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔

پی ایم اے کی کانووکیشن، تقسیم اسناد کی عام تقریبوں سے کئی لحاظ سے مختلف اور ممتاز ہے جس کے صرف دو پہلوؤں کا میں خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہاں نصابی یا درسی تعلیم عام کالج یا یونیورسٹی کی طرح ہمہ وقتی تعلیم نہیں بلکہ یہ عسکری تربیت کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ یہاں زیرِ تعلیم لڑکے فوجی تربیت کی صبر آزما منزلیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ ڈگری کورس مکمل کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء ایک ایسے شعبۂ زندگی میں داخل ہوتے ہیں جس کی کارکردگی اور صلاحیتوں پر ملک کی آزادی اور بقا کا انحصار ہوتا ہے۔ بیک وقت عسکری اور کتابی علم کی یہ دوہری خصوصیات اکیڈمی میں آپ کی تربیت کے دوران مدنظر رکھی گئی ہیں، میں توقع کروں گا کہ آپ ان خصوصیات کو اکیڈمی میں ہی نہیں چھوڑ جائیں گے بلکہ انہیں اپنی آئندہ عسکری زندگی کا مستقل حصّہ بنائینگے۔

میں اپنے اس مشورے کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ فوج میں جسمانی اہلیت کا معیار دوسرے شعبوں کی نسبت کہیں بلند ہوتا ہے لیکن دفاعِ وطن محض جسمانی قوت کا کام نہیں۔ اس کے لئے ذہنی صلاحیت اور ناقابلِ شکست ذہنی حصار ہونا چاہیئے۔ ذہنی صلاحیت سے میری مراد اُن علوم کا حصول ہے جو آپ کو اپنے پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے کے اہل بناتے ہیں۔ اس میں ہتھیاروں کا استعمال، جنگی چالوں کا مطالعہ اور نئے طریقۂ جنگ سے واقفیت وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ ذہنی حصار سے میرا مطلب وہ عزم ہے جو جنگ کے انتہائی نازک مرحلوں میں آپ کو ہمت نہ ہارنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ عسکری تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور

وقت آنے پر آپ خود اس کا تجربہ کریں گے کہ جنگ میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب دونوں حریف اپنا اپنا زورِ بازو دکھا کر نڈھال ہو چکے ہوتے ہیں دونوں اپنا اپنا اسلحہ اور اپنی اپنی جنگی چالیں آزما بیٹھتے ہیں اور دونوں کی ظاہری حالت ایک جیسی ہوتی ہے لیکن آخر کار صرف وہی ہار تسلیم کرتا ہے جس کے ذہنی قواء پہلے جواب دے جاتے ہیں۔ گویا جنگ کی ہار جیت کا حتمی انحصار صرف جنگی ساز و سازمان یا جنگی حکمتِ عملی پر نہیں ہوتا اسکا فیصلہ انسانی ذہن کے مضبوط یا کمزور حصار پر ہوتا ہے۔ لہٰذا میں آپ کو یہی تلقین کروں گا کہ آپ جب اپنی پیشہ ورانہ مہارت بڑھانے کے لئے مختلف کورسز کریں یا اپنے طور پر مطالعہ جاری رکھیں تو اپنے عزم و حوصلہ کے اس حصار کو ضرور مضبوط بنائیں۔

عزم و حوصلے کا ذکر کرتے ہوئے شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہر علم آپ کو یہ نادر خصوصیت عطا نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے آپ کو اپنے ایمان اور اپنے فلسفۂ حیات کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ ایک ایسے دین کے پیرو کار ہیں جو آپ کو ایسی ایمانی قوت بخش سکتا ہے جو آڑے سے آڑے وقت میں آپ کا ساتھ دے سکتی ہے۔ یہ وہ دینِ فطرت ہے جو آپ کو ناقابلِ شکست عزم سے لیس کر سکتا ہے۔ گویا یہ وہ نظریۂ حیات ہے جو انتہائی صبر آزما لمحات میں آپ کو ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔

مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے کی نسبت سے آپ بچپن سے ہی اس دین کی نعمتوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں، لیکن اس بنیاد کو مستحکم کرنے اور اس پر کردار کی دیوار تعمیر کرنے کے لئے یہاں آپ کے نصاب میں عربی زبان اور اسلامیات کی تعلیم شامل کی گئی ہے۔ عربی زبان سیکھنے سے آپ کو دینِ اسلام

کے ابدی سرچشمے یعنی قرآنِ حکیم کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور اسلامیات کی تعلیم آپ کو اسلامی تعلیمات اور تاریخ اسلام سے آگاہ کرتی ہے، لیکن یہ کوششیں اپنی تمام ترافادیت کے باوجود ابتدائی نوعیت کی ہیں۔ ان کو مزید آگے بڑھانا اور ان سے استفادہ کرنا آپ کا کام ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے قرآنِ حکیم اور سنّتِ رسول صلعم کو اپنے کردار کی بنیاد بنایا تو آپ میں وہ قوت اور وہ صلاحیت آجائے گی جو نہ صرف میدانِ کارزار میں آپ کا ساتھ دے گی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں آپ کی معاون اور رہنما ثابت ہوگی۔

قوم نے آپ کو اسلامیہ جمہوریۂ پاکستان کے دفاع کی بھاری ذمہ داری سونپ کر آپ کی اہلیت پر بھرپور اعتماد کیا ہے۔ اس اعتماد پر پورے اترنے کے لئے آپ کو یہاں چند بنیادی صلاحیتوں سے آراستہ کردیا گیا ہے، مجھے امید ہے کہ قوم کے اس اعتماد پر پورا اترنے کے لئے آپ اپنی ان صلاحیتوں میں متواتر اضافہ کرتے رہیں گے۔ آپ بیشک آج اکیڈمی سے فارغ ہوگئے ہیں، لیکن آپ دراصل تعلیم سے "فارغ التحصیل" نہیں ہوئے کیونکہ اسلام کے فلسفۂ تعلیم کے مطابق کوئی مسلمان تحصیلِ علم سے کبھی "فارغ"، نہیں ہوتا بلکہ وہ آخری دم تک تحصیل علم کے مختلف مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ آپ نے اس علم کے حصول کا ایک مرحلہ اپنے سکول اور کالج میں پورا کیا، دوسرا مرحلہ یہاں اکیڈمی میں تکمیل کو پہنچا۔ اس سلسلے کے اَن گنت مرحلے ہیں جنہیں آپ نے طے کرنا ہے۔ ان مراحل میں کہیں کہیں فوج بھی آپ کی مدد کرے گی اور وقتاً فوقتاً آپ کو پیشہ ورانہ کورسز کرائے گی، لیکن اس کے زیادہ تر مراحل آپ نے خود طے کرنے ہیں۔ جب تک آپ خود اپنے آپ کو جدید تحقیقات اور جدید علوم سے بہرہ ور نہیں رکھیں گے

آپ زندگی کی دوڑ میں آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔

کانووکیشن کی صدارتی تقریر میں عموماً یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ آپ اکیڈمی چھوڑنے کے بعد اپنے عسکری پیشے سے متعلق کتابوں اور رسالوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ سینیارٹی اور رینک میں اضافے کے ساتھ ساتھ اپنے مطالعے کو بھی وسعت دیتے جائیں کیونکہ وسیع مطالعے کے بغیر آپ اپنے پیشے سے پورا پورا انصاف نہ کر سکیں گے۔

وسعت تعلیم پر زور دینے کی وجہ میرا یہ احساس ہے کہ موجودہ دور میں فوجی قیادت صرف روایتی انداز کی کمان، انتظامی امور پر توجہ یا نقل و حرکت کے مروجہ طریقوں تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک نہایت پیچیدہ اور وسیع خصوصیات کا حامل پیشہ بن چکا ہے جس کے تقاضے احسن طریقے سے پورا کرنے کے لئے فوجی علوم کے علاوہ جغرافیہ، بین الاقوامی سیاسیات، حالاتِ حاضرہ، معاشیات عمرانیات اور نفسیات وغیرہ سے بھی واقفیت ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک فوجی کمانڈر کو ایک طرف اپنے زیرِ کمان پیچیدہ انسانی ذہنوں اور جدید ہتھیاروں سے واسطہ پڑتا ہے تو دوسری طرف اسے ملکی اور علاقائی حالات سے بھی باخبر رہنا پڑتا ہے۔

میرے عزیزو!

آپ نے جس پیشے کا انتخاب کیا ہے اس کی اپنی ذمہ داریاں اور اپنے تقاضے ہیں جن کے متعلق آپ کو کئی لیکچر دیئے جا چکے ہوں گے۔ میں آخری دن اس موضوع پر مزید ایک لیکچر کا اضافہ کرنا نہیں چاہتا، صرف اس کے ایک اضافی پہلو کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ آج اس اکیڈمی

کے خوبصورت ماحول اور ایبٹ آباد کے روح پرور مناظر سے فارغ ہو کر چند دنوں کی رخصت کے بعد آپ ملک کے مختلف حصوں میں پھیل جائیں گے۔ آپ میں سے کوئی بلوچستان کی سنگلاخ سرزمین پر پہنچ جائے گا اور کوئی شمالی علاقوں کے فلک بوس پہاڑوں پر دفاع وطن کا فریضہ انجام دے گا، کوئی سندھ کے وسیع ریگستانوں سے لطف اندوز ہوگا اور کوئی پنجاب کی سرحدوں کی پاسبانی کرے گا۔ آپ کو اس پیشے میں ملازمت کے دوران ملک کا ایک ایک حصّہ دیکھنے کا موقع ملے گا۔ اس طرح آپ نہ صرف مختلف علاقوں کے جغرافیائی خدوخال سے واقفیت حاصل کریں گے بلکہ ان علاقوں میں بسنے والے اہلِ وطن کی سوچ بچار، عادات وخصائل اور بود و باش سے بھی براہِ راست مستفید ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس تجربے سے آپ کی معلومات میں اضافے کے علاوہ آپ کے ملّی شعور اور قومی فکر کو بھی جِلا ملے گی اور یہی قومی شعور اور اس کا فروغ ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر دفاع سمیت کسی بھی شعبۂ زندگی میں ترقی کرنا ناممکن ہے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس شاندار تقریب میں مدعو کر کے مجھے عزت بخشی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان اور حامی وناصر ہو۔ خدا حافظ۔

پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول، پاسنگ آؤٹ پریڈ سے خطاب

۲۹ مارچ ۱۹۷۹ء

پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کی پاسنگ آؤٹ پریڈ سے صدر پاکستان، جنرل محمد ضیاء الحق نے سلامی لی اور خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے نوجوان افسروں کو تلقین کی کہ ملکی دفاع کی اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پیشہ ورانہ تربیت، ضروری ساز و سامان اور جذبۂ ایمان کی ضرورت ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ جس فوج میں آج آپ کو کمیشن مل رہا ہے اس کی عظیم قربانیاں ہماری شاندار روایات کا حصہ ہی نہیں بلکہ ہماری تاریخ کا درخشاں باب ہیں جن میں آپ کو محنت اور ایثار سے اضافہ کرنا ہے۔

سینیئر انڈر آفیسر ریاض احمد خان کو بہترین کیڈٹ کی حیثیت سے اعزازی تلوار دی گئی۔ صدارتی طلائی تمغہ سینیئر انڈر آفیسر علی خان اور کارپورل خالد بشیر کو دیا گیا۔ تقریب میں ڈپٹی چیف آف آرمی اسٹاف، لیفٹیننٹ جنرل محمد اقبال خان اور غیر ملکی سفراء نے بھی شرکت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف، جنرل محمد اقبال خان،
پی ایم اے کے کمانڈنٹ، بریگیڈیئر عمران اللہ خان،
پی ایم اے کیڈٹس،
خواتین و حضرات!
السلام علیکم۔ مجھے آج کی تقریب میں شرکت کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے۔
میں آپ کے سمارٹ ٹرن آؤٹ اور نہایت ہی عمدہ پریڈ پر آپ کو اور آپ کے اساتذہ کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ کی یہ پریڈ، آپ کے بلند حوصلے اور اعتماد کا پتہ دیتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی یہ اوصاف آپ کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

کامیابی سے اپنی تربیت مکمل کرنے اور فوج کے افسروں کی صف میں شامل ہونے پر میں تمام کیڈٹس کو مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ میں سے وہ کیڈٹس خاص

طور پر مبارک باد اور تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے مختلف شعبوں میں امتیاز حاصل کیا ہے اور انعام پائے۔ میری دلی دعا ہے کہ آئندہ زندگی میں بھی وہ اسی طرح کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے رہیں۔

آپ نے جس پیشے کا انتخاب کیا ہے اس میں رزق حلال بھی ہے اور عزّت و وقار بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی اہم ذمّہ داریاں بھی ہیں اور سب سے اہم ذمّہ داری وطنِ عزیز کا دفاع ہے۔ جیسا کہ میں پہلے کئی موقعوں پر کہہ چکا ہوں، یہ دفاع بیرونی جارحیت کے خلاف بھی ہے اور اندرونی انتشار کے خلاف بھی، دونوں خطرے ملکی سلامتی کے لئے نقصان دہ ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر خدانخواستہ اندرونی انتشار کی وجہ سے ملک تتر بتر ہو جائے تو ملکی سرحدوں کی پاسبانی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے اور ملک اندرونی طور پر پُر امن ہو اور سرحدوں کی نگرانی میں کوتاہی سرزد ہو جائے تو بھی ملک کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں پر افواج پاکستان کو ہر وقت چوکس رہنا پڑتا ہے، یہ فرائض ایسے ہیں جنہیں محض پیسے یا گاڑھے پسینے سے ادا نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے جان کی بازی لگانی پڑتی ہے اور جان کی بازی لگانا کوئی آسان کام نہیں، کوئی شخص بھی محض تنخواہ یا پیسے کی خاطر اتنی عظیم قربانی نہیں دے سکتا، اس کے لئے ایک مومن کا ایمان اور مجاہد کا جذبہ چاہیئے۔

آج آپ جس خاندان کے فرد بن رہے ہیں اس نے عظیم قربانیوں سے ملک کے مستقبل کو تابناک بنایا ہے۔ ماضی میں کئی بار ایسا ہوا ہے جب آزادی اور غلامی کے درمیان واحد حدِ فاصل مسلح افواج رہ گئی تھیں۔ انہوں ایسے موقعوں پر اپنی جان قربان کر دی مگر ملک کی آن پر ہرگز آنچ نہ آنے دی۔ یہ باتیں ہماری فوج کی شاندار روایات کا حصّہ ہی نہیں، ہماری تاریخ کا درخشاں باب بھی ہیں۔ اب آپ نے اپنی محنت

اور ایثار سے ان روایات میں اضافہ کرنا ہے۔

ملکی دفاع کی اہم ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے تین چیزوں کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔

(ا) پیشہ ورانہ تربیّت

(ب) ضروری سازوسامان اور

(ج) جذبۂ ایمان

جہاں تک پیشہ ورانہ تربیّت کا تعلق ہے آپ نے ملک کی اس مایۂ ناز اکیڈمی میں اس کا ابتدائی دَور مکمل کر لیا ہے۔ اب آپ اپنے کیریئر (CAREER) کے مختلف اَدوار میں تربیتی کورس کرتے رہیں گے جن سے آپ کی صلاحیتوں کو جلا ملتی رہے گی، لیکن یاد رکھئے یہ تربیت گاہوں تک محدود نہیں ہوتی۔ آپ اگر چاہیں تو عسکری زندگی کا ہر لمحہ باعث تربیّت بن سکتا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اپنے پیشہ پر کتنی سنجیدگی اور مستعدی سے توجہ دیتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ پیشہ ورانہ تربیّت کی جو بنیاد یہاں رکھی گئی ہے اس پر آپ آنے والے سالوں میں ایک پُرشکوہ عمارت تعمیر کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیئے کہ آپ کی تربیّت نہ صرف آج سے شروع ہو رہی ہے بلکہ آج سے شروع ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اتنا لمبا سفر آپ کے ذمّے ہے کہ آپ جب تک فوج کو خیرباد نہیں کہہ سکتے یہ تربیّت اس وقت تک جاری رہتی ہے۔

جہاں تک جنگی سازوسامان کا تعلق ہے اسے مہیّا کرنا حکومت اور فوج کا کام ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قومی وسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جنگی سازو سامان کی حالت بہتر کرنے کے لیئے جو کچھ کیا جا سکتا ہے کیا جا رہا ہے۔ ہماری کوشش

ہے کہ ہم دفاعی صنعتوں کو ترقی دے کر دفاعی سامان کے زیادہ سے زیادہ شعبوں میں خود کفالت کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے لیکن ایک عرصے تک ہمیں اپنی بعض دفاعی ضروریات کے لئے غیر ممالک پر انحصار کرنا پڑیگا۔ دوسرے ملکوں سے ہتھیار حاصل کرنا آج کل کی بین الاقوامی فضا میں کوئی آسان کام نہیں جن ملکوں کو جدید ہتھیاروں کی پیداوار پر اجارہ داری حاصل ہے وہ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے لئے طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جدید اسلحہ اتنا مہنگا ہوتا ہے کہ اس کی نقد قیمت ادا کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ان دشواریوں کے باوجود ہمارے دفاعی ساز و سامان کی حالت بہتر ہو رہی ہے جس سے ہماری دفاعی قوت میں بتدریج اضافہ ہوگا۔

دفاعی قوت میں اضافہ کسی ملک کے خلاف جارحانہ عزائم کا نتیجہ نہیں۔ یہ ہماری اپنی ملکی بقا اور سلامتی کی ضرورت ہے کیونکہ ہم ماضی میں کئی مرتبہ جارحیت کا شکار ہو چکے ہیں اور ایک دفعہ تو اسی جارحیت کے سبب ہمارا وطنِ عزیز بھی دو لخت ہو چکا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی حکومت اب ملک کی دفاعی ضروریات سے چشم پوشی نہیں کر سکتی۔ دفاعی ضروریات کو نظر انداز کرنا تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

دفاعی ضرورتوں اور معاشی ترقی کے درمیان توازن برقرار رکھنا ضروری ہے تاکہ ایک شعبہ دوسرے شعبہ کیلئے معاون ثابت ہو سکے۔ دفاعی سروسز ملکی سرحدوں کی پاسبانی کر کے پُر امن ماحول قائم رکھتی ہیں جس کے بغیر کسی قسم کی معاشی ترقی کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ بعض شعبوں میں براہِ راست ملک کی ترقی اور تعمیر نو میں بھی ہاتھ بٹاتی ہیں جبکہ معاشی ترقی بالواسطہ طور پر دفاعی قوت میں اضافے کا باعث بنتی ہے کیونکہ معاشی لحاظ سے کمزور ملک دفاعی لحاظ سے کبھی طاقتور نہیں ہو سکتا۔

ملک کی قوت کا انحصار کئی باتوں پر ہوتا ہے جس میں معاشی ترقی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

دفاع کی ذمّہ داری پوری کرنے کے لئے میں نے تھوڑی دیر پہلے جس تیسری چیز کی نشاندہی کی تھی اور جس کا ذکر درحقیقت مجھے سب سے پہلے کرنا چاہیئے تھا، وہ جذبۂ ایمان ہے۔ جس کے بغیر پیشہ ورانہ تربیت اور جنگی ساز و سامان بے اثر ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ ایک مردِ میدان کو نہ صرف ہتھیار میسّر اور اس کے استعمال پر عبور حاصل ہونا چاہیئے بلکہ اس کے دل میں جذبۂ ایمان اس حد تک محکم ہونا چاہیئے کہ اس کے ہتھیار کی ضرب، ضربِ کاری ثابت ہو سکے۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ ایک ہی طرح کی تربیت پانے والے اور ایک ہی طرح کے ہتھیار رکھنے والوں میں وہ افراد یا قومیں عموماً فتحیاب ہوتی ہیں جن کا عزم پختہ اور ایمان غیر متزلزل ہوتا ہے۔ میدان جنگ میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب دونوں جانب سے جنگی چالیں بے اثر اور جنگی ہتھیار بے کار ہو جاتے ہیں اور جنگ کا فیصلہ اخلاقی طاقت کرتی ہے۔ مدافعت کی یہ طاقت اور کبھی شکست نہ قبول کرنے کا یہ جذبہ قوّتِ ایمانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں آج کے تاریخی موقع پر آپ کو یہی نصیحت کروں گا کہ پیشہ ورانہ تربیت پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ جذبۂ ایمان کو بھی محکم بنائیں اور اس کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے قول و فعل میں ایک سچے مسلمان کا کردار اپنائیں۔

اسی ضمن میں پاکستان ملٹری اکیڈمی پر ایک خصوصی ذمّہ داری عاید ہوتی ہے۔ اس کا کام محض تعلیمی یا جسمانی تربیّت دینا ہتھیاروں کا استعمال سکھانا یا جنگی طریقوں میں کیڈٹوں کو طاق کرنا ہی نہیں اس کا کام ان کی کردار سازی بھی ہے۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے نوجوان صرف فوجی افسر ہی نہیں خالص پاکستانی فوجی

افسر بن کر نکلنے چاہئیں اور پاکستانی فوجی افسر بننے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انہیں اسلامی اور پاکستانی اقدار سے دلی وابستگی ہو اور وہ اپنی روزمرّہ زندگی میں ان پر کاربند ہوں۔

کردار کی بنیادی خوبیوں اور پیشہ ورانہ مہارت سے لیس ہو کر آج آپ ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں، اس زندگی میں راحتیں بھی ہیں اور آزمائشیں بھی۔ آپ کی راحتوں اور آسائشوں کا خیال رکھنا پاکستان آرمی کا کام ہے اور آزمائشوں پر پُورا اُترنا آپ کا فرض ہے۔ آپ اپنی پیشہ ورانہ مہارت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوششیں کریں اور اپنی بہبود کے تمام معاملات پاکستان آرمی پر چھوڑ دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو فوج آڑے وقت میں ملک کے کام آتی ہے اور مختلف آزمائشوں میں پُورا اُترتی ہے اور وہ پُوری قوم کے دِل جیت لیتی ہے اور ممنون و احسان مند قوم اپنے فرزندوں کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوتی ہے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ کو پاکستان آرمی میں کمیشن حاصل کرنے پر دِلی مُبارک بَاد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ نے جس پیشے کا انتخاب کیا ہے اس میں نہ صرف آپ ذاتی طور پر کامیاب ہوں بلکہ اس شعبے کو بھی زندگی میں اپنے فرائض احسن طریقے پر انجام دینے کی ہمّت اور استطاعت دے آمین!

آخر میں آپ کو ایک نصیحت پھر کرنا چاہتا ہوں آج کل کے مادّی زمانے میں لوگ عموماً یہ دیکھتے ہیں کہ ترقی کے زینے پر چڑھنے کے لئے کس سفارش کا سہارا چاہیئے۔ میں اس ضمن میں آپ کو تین سفارشوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ان تین کے علاوہ چوتھی چیز کی آپ کو ضرورت نہیں سب سے پہلے اور سب سے بڑی چیز جو ہے وہ ہے آپ کا جذبۂ ایمان اور دوسری چیز آپ کی پیشہ ورانہ تربیّت اور

قابلیت اور سب سے آخری اور ضروری چیز ہے اللہ تعالیٰ پر توکل، میرا یہ ۳۵ سال کا تجربہ ہے کہ ان تین چیزوں کے علاوہ چوتھی چیز کی ضرورت نہیں بشرطیکہ آپ کا ایمان مضبوط ہو۔ میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو ہر مرحلے میں کامیابی عطا کرے اور اپنے فرائض جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے، احسن طریقے سے انجام دینے کی ہمت اور استطاعت دے۔ آمین ثم آمین۔

پاکستان پائندہ باد

انجمن ہلال احمر اور سینٹ جان ایمبولینس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب

۲۹ر مارچ ۱۹۷۹ء

انجمنِ ہلالِ احمر اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے ان اداروں کے رفاہی کاموں کی تعریف کی اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنی رفاہی سرگرمیوں کا سلسلہ دیہاتوں تک پھیلائیں، جہاں ایسے اقدامات کی شدید ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگ کے علاوہ بھی ان اداروں نے سیلاب اور زلزلے جیسی قدرتی آفات سے متاثر ہونے والوں کی بحالی اور آبادکاری کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے صاحب ثروت حضرات سے اپیل کی کہ وہ ان اداروں کی دل کھول کر مدد کریں کیونکہ ان کی مال و دولت میں معاشرے کا بھی حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ہر طرح سے ان اداروں کی سرپرستی کریگی۔ انہوں نے زکوٰۃ فنڈ سے ہلال احمر کو دس لاکھ روپے کے عطیے کا اعلان کیا۔

صدر کے خطاب سے پہلے سید واجد علی نے اپنی رپورٹ میں انجمن ہلالِ احمر کی کارگزاری کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کے علاوہ سری لنکا اور بنگلہ دیش میں بھی امدادی کام کیا گیا۔ تقریب میں غیر ملکی سفارتکاروں نے بھی شرکت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

سید واجد علی شاہ،

اور

معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم - میں انجمن ہلال احمر اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کے مشترکہ سالانہ اجلاس میں پہلی مرتبہ شریک ہو رہا ہوں جسے میں اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں - اگرچہ ماضی میں ان دونوں اداروں سے مجھے پاکستان آرمی کے حوالے سے واقفیت رہی ہے اور گذشتہ دو جنگوں میں انجمن ہلال احمر کے کام سے میں بہت متاثر ہوا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہلالِ احمر کی انجمن کے صدر کی حیثیت سے مجھے پہلی بار اس ادارے کی کارکردگی کا قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا ہے۔

میں نے سید واجد علی شاہ کی تقریر بڑے غور سے سنی ہے جس میں انہوں نے انجمن ہلال احمر اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کی سالانہ رپورٹ پیش کی ہے۔

مجھے ان اداروں کے کام سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں ادارے اپنی صلاحیتوں کے مطابق بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے سیلاب اور زلزلے جیسی قدرتی آفتوں سے متاثر ہونے والوں کی بحالی اور آبادکاری کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ خاص طور پر قابلِ تحسین ہیں۔ دوسرے شعبوں میں بھی آپ کے کام کی رفتار تسلی بخش ہے جس کے لئے میں سید واجد علی شاہ اور ان کے رفقاء کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔

انجمن ہلالِ احمر کے صدر کی حیثیت سے میں نے انجمن کے آئین کا مطالعہ کیا ہے اور خاص طور پر اس کے اغراض و مقاصد پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اس آئین میں انجمن کے درج شدہ مقاصد سترہ ہیں جن کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے میں نے آج کی رپورٹ ان مقاصد کے پسِ منظر میں سنی تو مجھے احساس ہوا کہ ابھی بہت سے میدان ایسے ہیں جہاں کام کرنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ یہی حال سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کا ہے جس کے "عام قواعد" میں ایسوسی ایشن کے چھ مقاصد درج کئے گئے ہیں ان مقاصد کے مکمل حصول کے لئے ابھی مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔

مزید کوششوں کی گنجائش پر زور دینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدانخواستہ آپ کا موجودہ کام غیر تسلی بخش ہے۔ درحقیقت آئین میں درج شدہ "اغراض و مقاصد" اور عملاً کارکردگی میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ فرق رہتا ہے کیونکہ آئین میں درج شدہ مقاصد ایک عزم یا آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں جس تک پہنچنے کے لئے مالی وسائل اور دوسری بہت سی باتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے مجھے امید ہے کہ انجمن ہلالِ احمر اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن اپنی روایات کے مطابق رفاہی میدان میں اپنی بھرپور کوششیں جاری رکھیں گی تاکہ یہ اپنے اپنے دستور میں درج شدہ مقاصد کو مکمل طور پر حاصل

کرسکیں۔

غریبوں، بیماروں، معذوروں اور بے کسوں کی مدد کرنا عظیم انسانی خدمت ہے جس کا اجر یقیناً اللہ تعالیٰ دے گا کیونکہ خدائی احکامات میں غرباء اور مساکین کی نگہداشت پر زور دیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالق کون و مکاں کا مقصد یہ ہے کہ اس دنیا کو انسانی رہائش کا ایک ایسا گہوارہ بنا دیا جائے جہاں امیر غریبوں کی، طاقتور کمزوروں کی، اور صاحب حیثیت بے کسوں کی مدد کریں تاکہ تمام بنی نوع انسان افلاس، بیماری اور دکھوں سے نجات پا سکے۔ اس ضمن میں عالمی سطح پر انٹرنیشنل ریڈکراس سوسائٹی کا قیام ایک نہایت مستحسن اقدام تھا جس کا دائرۂ کار اب تقریباً تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ انٹرنیشنل ریڈکراس سوسائٹی اور اس کے ذیلی ادارے تمام حکومتوں، اداروں اور افراد کی توجہ اور حمایت کے مستحق ہیں۔ جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ایسے رفاہی اداروں کی مدد اور سرپرستی میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی۔

ہماری پچھلی دونوں جنگوں میں "پاکستان کی انجمنِ ہلالِ احمر" نے جس لگن سے زخمیوں اور جنگی قیدیوں کی بے لوث خدمت کی ہے اس کے نقش ابھی تک اہل وطن کے دلوں پر ثبت ہیں، اس کے علاوہ اس ادارے نے امن کے زمانے میں مصیبت زدہ لوگوں کی جس طرح مدد کی ہے وہ بھی قابلِ ستائش ہے۔ موجودہ حکومت کو اس بات کا شاید احساس ہے کہ شہروں میں قائم ہونے والے — اور کام کرنے والے ادارے عموماً دیہات کو بھول جاتے ہیں جہاں ہمارے ملک کی آبادی کی اکثریت رہتی ہے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ انجمنِ ہلال احمر اس جانب بھی توجہ دے رہی ہے، لیکن وہاں مسائل کی اتنی بھرمار اور تکالیف کی اتنی کثرت ہے کہ موجودہ کوششوں کو کئی گنا

بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ دستیاب طبی اور سماجی بہبود کی سہولتوں کو دیہی آبادی پر تقسیم کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آبادی اور سہولتوں میں فرق بہت وسیع ہے۔ مجھے امید ہے کہ انجمن ہلالِ احمر اور سینٹ جان ایمبولینس اپنے دائرہ کار کو دیہات تک پھیلانے کی کوشش کرے گی۔

مجھے معلوم ہے کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے انسانی جذبے کے علاوہ مادّی وسائل کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے اور رفاہی کام کرنے والے اداروں کو عموماً وسائل کی کمی کی شکایت رہتی ہے۔ وسائل کی فراہمی کے چند ذرائع آپ کی انجمن کے آئین میں درج ہیں، لیکن ان سے حاصل ہونے والی رقم بہت کم ہوتی ہے۔ حکومت کے وسائل بھی اس کی اجازت نہیں دیتے کہ خاطر خواہ رقوم ان اداروں کو مہیّا کی جائیں۔ اس لئے میں ملک کے تمام طبقوں سے، خاص طور پر صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس میدان میں آگے بڑھیں اور اپنی حلال کی کمائی سے عطیات دے کر اس کار خیر میں حصّہ لیں۔

لوگوں کو عطیات دینے پر آمادہ کرنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ اس جیسی تقریب میں مہمان خصوصی یا صدر سے اپیل کروا کر اخباروں میں چھپوا دی جائے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی تسلّی بخش اور مؤثر طریقہ نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مجموعی طور پر معاشرے میں سماجی بہبود کا شعور پیدا کرنے کی متواتر کوشش کی جائے اور ہر کسی کو یہ احساس دلایا جائے کہ اگر انہوں نے اپنی سماجی ذمہ داریاں پوری نہ کیں تو یہ معاشرہ مصیبت خانہ بن جائے گا۔ اسی مہم میں، جو چند تقریبات تک محدود نہیں رہنی چاہئے اہلِ ثروت کو یہ باور کرانے کی بھی ضرورت ہے کہ انہوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اسی ملک اور اسی معاشرے کا دیا ہوا ہے اور ان کے مال و دولت پر اس معاشرے کا

بھی کچھ حق ہے۔ اس حق کا صرف معمولی سا حصّہ ٹیکس کی شکل میں حکومت وصول کرتی ہے اور باقی رقم ساری کی ساری ذاتی تجوریوں میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ اخلاقی انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان تجوریوں کے منہ کھولے جائیں اور رضا کارانہ طور پر اس دولت کا ایک حصہ معاشرے کی بہبود پر خرچ کیا جائے۔ اس سلسلے میں ہم نے حال ہی میں زکوٰۃ فنڈ قائم کیا ہے جس میں صدقات اور عطیات بھی قبول کئے جا رہے ہیں ان عطیات کا کچھ حصّہ شرع کی حدود کے اندر رہتے ہوئے انجمن ہلالِ احمر جیسے رفاہی اداروں کو دیا جائے گا تاکہ وہ دکھی انسانیت کی بہتر خدمت کر سکیں۔ میں اس موقع پر سید واجد علی شاہ کی اس تجویز کو منظور کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ انجمن ہلال احمر کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

میں ایک بار پھر آپ کی عمدہ کارکردگی پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ حکومت آپ کی سرپرستی اور اعانت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔

پاکستان پائندہ باد

اشاریہ

شائع کردہ
محکمۂ فلم و مطبوعات
وزارتِ اطلاعات و نشریات
حکومتِ پاکستان،
اسلام آباد

برق سنز پرنٹرز لمیٹڈ، اسلام آباد